هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار
قادیان

ایڈیٹر: حضرت میر قاسم علی احمدی!

شرح چندہ پیشگی
ہندوستان۔ سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ بیرون ہند ۸ شلنگ
سالانہ ۵/ ششماہی ۳/ سہ ماہی ۲/
قیمت فی پرچہ ۱/ منیجر: رشید احمد خان

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ر ذیقعد سنہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۴ر دسمبر سنہ ۱۹۳۹ء | نمبر ۴۵

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۱۳ر دسمبر۔ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خدا کے فضل سے قابل حمد ہے۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بدستور ناساز ہے احباب دعائے صحت کریں۔

(۳) یہ اخبار مکمل لکھا جا چکا تھا۔ کہ ۱۳ر دسمبر کو حضرت صاحب کا خطبہ جمعہ ۸ر دسمبر کا پہنچ گیا۔ چونکہ یہ خطبہ نہایت ضروری تھا۔ اسلئے چار صفحہ اخبار کے زائد کر کے خطبہ کو شائع کر دیا ہے۔ جسکی وجہ سے اخبار ایک دن لیٹ ہو کر شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ جلسہ سالانہ پر فاروق کا خاص نمبر ۲۸ر دسمبر کا نکلیگا۔ ۲۱ر دسمبر کا پرچہ نہیں شائع ہوگا ۴ صفحات اس اخبار میں بڑھا دیئے ہیں۔ اور ۸ صفحہ خاص نمبر میں زیادہ کر دیئے جائیں گے تاکہ ۲۱ر دسمبر کو نہ نکلنے والے پرچہ کی کمی پوری ہو جائے۔

(۴) جلسہ سالانہ کی نہایت سرگرمی سے تیاری ہو رہی ہے۔ اجناس کی گرانی اور دیگر ...

اتمام الحجت علی المخالفین

(۵)

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

عیسائیوں کو آسمانی فیصلہ کی دعوت

"اے پادری صاحبان دیکھو کہ میں اس کام کے لئے کھڑا ہوں۔ اگر چاہتے ہو۔ کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے۔ تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تا جھوٹے کی پردہ دری ہو۔ یقیناً سمجھو۔ کہ خدا ہے۔ اور بے شک وہ قادر موجود ہے۔ اور وہ ہمیشہ صادقوں کی حمایت کرتا ہے۔ سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہوگا۔ خدا ضرور اسکی حمایت کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو۔ کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے۔ وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا۔ اور جو اسکی نظر میں عزیز ہے۔ وہ عزت پائے گا۔ اور میں حضرات پادری صاحبوں کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں۔ کہ اس طرح کا طریق دعا ان کے مذہب اور اعتقاد سے ہرگز منافی نہیں۔ اور حضرت یسوع صاحب نے باب ۲۳ آیت ۱۳ متی میں خود اس طریق کو استعمال کیا ہے۔ اور ویل کے لفظ سے فقیہوں اور فریسیوں پر بددعا کی ہے۔ اب اگر عیسائی صاحبان کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے تامل کریں۔ تو ویل کے لفظ کو ہی استعمال کرنا تو خود ان پر واجب ہے۔ کیونکہ ان کے مرشد اور ہادی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ اور میری دلی مراد ہے۔ کہ اس مقابلہ کے لئے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو منتخب کیا جائے۔ کیونکہ وہ موٹا اور جوان عمر اور اول درجہ کا تندرست اور پھر ڈاکٹر ہے۔ اپنی عمر درازی کا تمام بندوبست کرے گا۔ یقیناً ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب ضرور ہماری اس درخواست کو قبول کر لیں گے۔ کیونکہ انہیں یسوع ابن مریم کے خدا بنانے کا بہت شوق ہے۔ اور سخت نامرادی ہوگی۔ کہ اب وہ اسوقت بھاگ جائیں۔ اور اگر وہ بھاگ جائیں۔ تو پادری عماد الدین صاحب اس مقابلہ کے لائق ہیں۔ جنہوں نے ابن مریم کو خدا بنانے کے لئے ہر ایک انسانی چالاکی کو استعمال کیا۔ اور آفتاب پر تھوکا ہے۔ اور اگر وہ بھی اس خوف سے بھاگ گئے۔ کہ خدا کا ویل ضرور انہیں کھا جائے گا۔ تو حسام الدین یا صفدر علی یا ٹھاکر داس یا طامس ہاول اور بالآخر فتح مسیح اس میدان میں آوے۔ یا کوئی اور پادری صاحب نکلیں۔ اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا۔ اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا۔ تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مہر لگ جائے گی۔ اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کرے گا۔ یاد رکھو۔ کہ ضرور کریگا۔ کیونکہ وقت آگیا۔" (انجام آتھم)

---

۵ اشیاء میں قیمتوں کا ہر روز اضافہ مصارف کو قریباً دوچند کرنے کا باعث ہو گیا ہے۔ احباب جلد سے جلد چندہ جلسہ بھجوا کر سہولت پیدا کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قادیان میں جماعت احمدیہ کا جلسہ خلافت جوبلی

پروگرام جلسہ

پہلا دن ۲۶ر دسمبر ۱۹۳۹ء بروز منگل

اجلاس اوّل

وقت — نام مضامین و مقرر

۱۰ تا ۱۰-۱۰ تلاوت قرآن کریم

۱۰-۱۰ تا ۱۰-۴۰ افتتاحی تقریر حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ و دعاء

۱۰-۴۰ تا ۱۱-۲۰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے فضائل۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔اے

۱۱-۴۰ تا ۱۲ اسلامی نظام اور حکومت کی ترقی کا خلافت سے تعلق۔ عبدالرحیم صاحب درد

۱۲ تا ۱۲-۵ نظم

۱۲-۵ تا ۱۲-۵۰ اسلام میں خلافت کا نظام اس کی حقیقت اور ضرورت } صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے۔بی۔اے آکسن پرنسپل جامعہ احمدیہ

۱۲-۵۰ تا ۱-۳۰ خلافت اور مسیحی پاپائیت۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ انگلستان و امریکہ۔

وقفہ برائے نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

۲-۳۰ تا ۲-۴۵ تلاوت قرآن کریم و نظم

۲-۴۵ تا ۳-۴۵ جماعت احمدیہ کے عقائد۔ جناب مولوی محمد یار صاحب عارف سابق مبلغ انگلستان

۳-۴۵ تا ۳-۵۰ نظم

۳-۵۰ تا ۴-۳۰ سلسلہ احمدیہ کی پچاس سالہ ترقی پر ایک نظر } حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

۴-۳۰ تا ۵ اسلام بزمانہ خلافت اور بعد از زمانہ خلافت (مختلف زمانوں کے نقشے دکھائے جائیں گے) } جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیر مبلغ انگلستان و افریقہ

دوسرا دن ۲۷ر دسمبر ۳۹ء بروز بدھ

پہلا اجلاس

۱۰ تا ۱۰-۲۰ تلاوت و نظم

۱۰-۲۰ تا ۱۱-۲۰ خلافت ثانیہ کے برکات۔ جناب مولوی ابوالعطاء صاحب مولوی فاضل سابق مبلغ مصر و فلسطین۔

۱۱-۲۰ تا ۱۲-۳۰ اسلامی خلافت اور ڈکٹیٹرشپ میں فرق } جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے۔سی۔ایس۔آئی۔

۱۱-۲۰ تا ۱۲-۳۰ نظم

۱۱-۳۰ تا ۱-۳۰ حضرت مسیح موعود کے کارنامے۔ جناب مولوی غلام رسول صاحب فاضل آف راجیکی

وقفہ برائے نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

۲-۳۰ تا ۳ تلاوت قرآن کریم و نظم

تین بجے حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر شروع ہوگی۔

نوٹ:۔ ½۵ بجے شام سے صبح سات بجے تک منارۃ المسیح پر چراغاں ہوگا۔

تیسرا دن ۲۸ر دسمبر ۳۹ء بروز جمعرات

پہلا اجلاس

۹-۳۰ تا ۱۰-۳۰ جلوس کی شکل میں تمام جماعتیں اپنی اپنی فرودگاہ سے اپنے اپنے جھنڈے کے ساتھ مناسب اشعار پڑھتی ہوئی اور حمد کے گیت گاتی ہوئی جلسہ گاہ تک پہنچینگی۔ (کوئی مشترکہ جلوس نہ ہوگا۔ بلکہ جماعتیں الگ الگ جلوس کی صورت میں اپنی اپنی قیام گاہ سے جلسہ تک آئیں گی۔

۱۰-۳۰ تا ۱۱ تلاوت قرآن کریم و نظم

۱۱ تا ۱۱-۳۰ حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ احمدیہ جھنڈا لہرائینگے۔

۱۱-۳۰ تا ۱۲-۳۰ حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور ایڈریس ہائے تہنیت پیش ہوں گے۔

۱۲-۳۰ تا ۱۲-۴۰ حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت جوبلی کی خوشی میں حضور کے خدام کی طرف سے ناچیز پیشکش (بذریعہ جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب)

۱۲-۴۰ تا ۱-۳۰ جواب ایڈریس ہائے از حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

وقفہ برائے نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

۲-۳۰ تا ۳ تلاوت قرآن کریم و نظم

تین بجے حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تقریر شروع ہوگی

چوتھا دن ۲۹ر دسمبر ۳۹ء بروز جمعہ

آخری اجلاس

۱۰ تا ۱۰-۱۵ تلاوت قرآن کریم و نظم

۱۰-۱۵ تا ۱۰-۵۵ خلافت اور شیعہ امامت۔ جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری مولوی فاضل

۱۰-۵۵ تا ۱۱-۴۰ جماعت احمدیہ میں سلسلہ خلافت جناب مولوی محمد سلیم صاحب سابق مبلغ فلسطین

۱۱-۴۰ تا ۱۱-۴۵ نظم

۱۱-۴۵ تا ۱۲-۱۵ تمدن اسلام جناب مولوی عبدالسلام صاحب عمر بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی

۱۲-۱۱ تا ۱ سلسلہ خلافت نہ رہنے سے مسلمانوں کو کیا کیا نقصانات پہنچے ہیں } جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ

۱ تا ۱-۳۰ اختتامی تقریر حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز و دعاء۔

(خاکسار عبدالرحیم درد ایم۔اے سکرٹری خلافت جوبلی کمیٹی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۴۵

خطبہ جمعہ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۹ء

تحریک جدید کا مقصد دنیا کے ہر ملک میں اسلام کے علمبردار پیدا کرنا ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج میں اختصاراً اپنی جماعت کے دوستوں کو

تحریک جدید کے نئے سال کے چندہ کے متعلق

پھر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ جماعت کے مخلص حصہ پر اس تحریک کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس سال یہ ایک نئی مثال قائم ہوئی ہے۔ کہ ایک دوست جو ہندوستان سے باہر رہتے ہیں۔ ان کا چندہ بروقت نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہوں نے تار کے ذریعہ گذشتہ سال کا چندہ بھی بھجوایا ہے۔ اور موجودہ سال کی تحریک میں شمولیت کا بھی وعدہ کیا ہے۔ حالانکہ غیر ممالک سے تار بھیجنے پر بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اور دوستوں نے بھی ہندوستان کے رہنے والوں میں سے بھی اور بیرونی ممالک کے رہنے والوں میں سے بھی (تحریک کے شروع ہونے کے وقت کا اندازہ لگاکر) اس پہلے ہفتہ میں جس توجہ سے کام لیا ہے۔ وہ بتاتا ہے۔ کہ جماعت کے ایک طبقہ میں اسکی اہمیت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس ہفتہ میں باوجود اس کے کہ خطبہ شائع ہوئے ابھی چار روز ہی ہوئے ہیں۔

بیس ہزار سے اوپر

کے وعدے آچکے ہیں۔ اور ابھی کچھ ڈاک بے پڑھی بھی باقی ہے۔ ممکن ہے۔ اس کے پڑھنے سے ان وعدوں میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے۔

میں نے جیسا کہ بار بار بتایا ہے۔ اس وقت جن اقوام کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے۔ وہ تبلیغی لحاظ سے اتنی آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ کہ انہوں نے اس فن کو حد کمال تک پہنچا رکھا ہے۔ درحقیقت تبلیغ کے میدان میں ایک غلط مذہب کی تائید کرنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ان کے دماغ میں ایسا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ وہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر دکھانے میں بڑے ماہر ہو گئے ہیں۔ اور وہ بالکل نڈر ہو کر جھوٹ بول لیتے ہیں۔

میں نے جب ہٹلر کی کتاب مائنے کیمف Meine Kampf کا ترجمہ پڑھا۔ جس کتاب پر نازیوں کو بہت ناز ہے۔ تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ ہٹلر اس کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ ہماری پہلی حکومت کے متعلق یہ اتہام لگایا جاتا ہے۔ کہ اس نے بڑی جنگ کے زمانہ میں جھوٹ بولا۔ وہ کہتے ہیں۔ مجھے یہ شکوہ نہیں۔ کہ اس نے جھوٹ بولا۔ یہ کوئی بات نہیں۔ امور سیاست میں لوگ جھوٹ بولا ہی کرتے ہیں۔ گو انسان کو کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ اگر ہو سکے۔ تو سچ بولے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے۔ تو سچ نما جھوٹ بولے۔ مگر مجھے یہ شکوہ ہے کہ اس نے

پیٹ بھر کر جھوٹ

کیوں نہیں بولا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ جھوٹ کو بھی اگر متواتر دہرایا جائے۔ اور دلیری سے دہرایا جائے۔ تو آہستہ آہستہ لوگوں کو یہ یقین آجاتا ہے۔ کہ جو بات ان کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ وہ سچ ہے۔ اب جو وائرلیس کے ذریعہ جرمنی انگریزوں کے خلاف پراپیگنڈا کر رہا ہے۔ اس میں بھی اسی اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ دوسرے ملکوں کے متعلق تو ہمارے نوجوان کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ خبر ہے۔ انگریزوں کی بات غلط ہے۔ یا جرمنوں کی۔ مگر ہمارے ملک کے متعلق جرمنی کی طرف سے جو پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ وہ اس قدر حیرت انگیز ہے۔ کہ اسے سنکر انسان کو سمجھ ہی نہیں آتی۔ کہ یہ کونسا ملک ہے۔ جس کے متعلق یہ باتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ کئی دفعہ جرمنی کی طرف سے وائرلیس میں یہ خبریں آجاتی ہیں۔ کہ

ہندوستان میں بڑی بغاوتیں

ہو رہی ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہاں خبر بھی نہیں ہوتی۔ کہ کوئی بغاوت ہو رہی ہے۔ سرحدِ افغانستان پر جو ڈاکے پڑتے ہیں۔ انہیں کا اس قدر بڑھا چڑھا کر ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ یوں معلوم ہوتا ہے۔ گویا سارے ملک میں بغاوت ہو رہی ہے۔ حالانکہ جو جنگی قومیں ہوتی ہیں۔ ان میں اس قسم کے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ فیروزپور۔ گورداسپور لاہور اور امرتسر کے اضلاع میں بھی بعض ڈاکے پڑتے ہیں۔ اسی طرح پٹھانوں کے علاقہ میں بھی کبھی کبھی ڈاکے پڑ جاتے ہیں۔ جن میں ایک دو سپاہی مارے جاتے ہیں۔ مگر اس معمولی سی بات کو اتنی شان سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ گویا کئی کروڑ سرحدیوں نے انگریزوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ انہیں دباتے چلے جاتے ہیں۔ غرض ایسی ایسی گپیں ہانکی جاتی ہیں۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور جب ہمارے اپنے ملک کے متعلق اس قدر جھوٹ سے کام لیا جا رہا ہو۔ تو غیر ملکوں کے متعلق ہمیں آپ ہی آپ تسلی ہو جاتی ہے۔ اور ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ وہی کچھ وہاں ہو رہا ہوگا۔ یہ اسی بات کا نتیجہ ہے۔ کہ ان قوموں نے

پراپیگنڈا کو ایک فن کا رنگ

دے دیا ہے۔ اور اس کمال تک اسکو پہنچا دیا ہے۔ کہ اپنی ذات میں یہ ایک ہنر بن گیا ہے۔ اگرچہ اسکو بُرے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ بہر حال ہنر ہنر ہی ہے۔ جب کبھی ہم اس ہنر کو سچ کے ساتھ اور سچائی کے متعلق استعمال کریں گے۔ یہ مفید نتائج پیدا کرنے والا بن جائے گا۔ اور جب اس ہنر کو جھوٹ کے متعلق استعمال کیا جائے گا۔ تو یہ بُرے نتائج پیدا کرنے والا بن جائے گا۔

ایسی قوموں کے مقابلہ میں اسلام کی تبلیغ جب تک خاص شان کے ساتھ نہ کی جائے۔ اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم نے سچ کے ساتھ تبلیغ کرنی ہے۔ جھوٹ کے ساتھ تبلیغ نہیں کرنی۔ اور ہمارے لئے اس قسم کے پراپیگنڈا کا مقابلہ کرنا آسان بات نہیں۔ تم اسی بات کو دیکھ لو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں وہ پہلے انسان ہیں۔ جنہوں نے

عورتوں کے حقوق

کو قائم کیا۔ اور یہ اتنا کھلا مسئلہ ہے۔ کہ کوئی سلیم الطبع انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ساری دنیا میں عورتوں کے حقوق کو پامال کیا جا رہا تھا۔ نہ ان کے متعلق کسی مذہب نے ورثہ کی تعلیم دی تھی۔ نہ بیاہ اور طلاق کے قوانین مقرر کئے تھے۔ نہ ان کی ذاتی جائیدادوں کے متعلق کوئی قانون مقرر کیا تھا۔ نہ یہ بتایا تھا۔ کہ مرد عورتوں سے کس رنگ میں معاملہ کریں۔ نہ یہ ہدایت دی تھی۔ کہ وہ ان سے محبت اور نرمی کا سلوک اور وہ ان کا ادب اور احترام کیا کریں۔ نہ لڑکیوں کی تعلیم کی طرف کسی نے توجہ دلائی تھی۔ غرض سوائے اسلام کے دنیا کا اور کوئی مذہب ایسا نہیں۔ جس نے عورتوں کے حقوق کو تفصیل کے ساتھ اور مکمل طور پر قائم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا ہو۔ مگر عیسائی پادریوں کے جھوٹے اور ناپاک پراپیگنڈے کا اثر یہ تھا۔ کہ آٹھ سو سال تک یورپ کے لوگوں کو پادری یہ کہہ کہہ کر دھوکا اور فریب دیتے رہے۔ کہ اسلام

عورت میں روح کی موجودگی

کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ روح صرف مردمیں ہوتی ہے۔ عورت میں نہیں ہوتی۔ یہ کیسا جھوٹا پراپیگنڈا ہے۔ جو اسلام کے خلاف کیا گیا۔ اہل عرب جب

کسی چیز کی بڑائی کا تمثیلی طور پر ذکر

کیا کرتے تھے۔ تو کہا کرتے تھے۔ کہ فلاں بات احد پہاڑ کے برابر ہے۔ گاندھی جی نے ہندوستان میں یہ ایک نیا محاورہ جاری کیا ہے۔ کہ فلاں بات ہمالیہ پہاڑ کے برابر ہے۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ اس جھوٹ اور فریب کا کیا نام رکھوں۔ اس کے آگے تو ہمالیہ پہاڑ بھی مٹی کے ڈھیلے کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر برابر سات آٹھ سو سال تک پادری مصنفوں نے لوگوں کو یہ دھوکا دیا۔ اور کروڑوں نہیں۔ اربوں ارب لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا۔ کہ اسلام عورتوں کو بے جان اور بے روح تسلیم کرتا اور اسے مردوں کے لئے دل بہلانے کا ایک کھلونا تصور کرتا ہے۔ وہ قوم جس کے اپنے مذہب میں عورت کو کوئی حیثیت نہیں دی گئی۔ اس نے محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر اتنا بڑا افترا کیا۔ اور اس قوم کے لکھے پڑھے لوگ حتیٰ کہ مدرسوں کے اساتذہ۔ کالجوں کے پروفیسر محکموں کے افسر۔ پارلیمنٹوں کے ممبر اور حکومتوں کے وزراء اور بادشاہ سب اس دھوکا میں آگئے۔ اور ایک ادنےٰ انسان سے لے کر بادشاہ تک یہ سمجھنے لگ گئے۔ کہ واقعہ میں اسلام عورتوں میں روح کی موجودگی کا قائل نہیں۔ کیونکہ نہ پروفیسروں نے اسلامی کتابیں دیکھی تھیں۔ نہ حکام کو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تعلیم کا علم تھا۔ نہ افسروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو حقیقت کا علم تھا۔ نہ وزراء اور بادشاہوں کو عربی زبان سے واقفیت تھی۔ انہوں نے چند پادریوں کو یہ کہتے سنا۔ کہ ہم نے

اسلام کے سمندر میں غوطہ

لگایا۔ اور ہم نے یہ امر معلوم کیا ہے۔ کہ اسلام عورت میں روح کا قائل نہیں۔ اور پھر انتہائی دلیری سے وہ پادری بڑے بڑے مجمعوں میں لیکچر دیتے اور کہتے کہ واقعہ میں یہ بات درست ہے۔ اسلام تو عورت کو کوئی درجہ دیتا ہی نہیں۔ اور ان کے اس جھوٹے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر تمام یورپ میں یہی سمجھا جانے لگا۔ کہ اسلام عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ شاید پادریوں کی لکھی ہوئی انگریزی کتابیں تمام عرب کے لوگ پڑھتے ہیں۔ اور چونکہ وہ ان باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ اس لئے واقعہ یہی ہوگا۔ کہ اسلام میں یہ تعلیم موجود ہے۔ جرمن سمجھتے۔ کہ جرمنی میں اسلام کے خلاف لکھی ہوئی کتابوں کا چونکہ عرب کے لوگ جواب نہیں دیتے۔ اسلئے اسلام پر جس قدر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ وہ درست ہیں۔ کیونکہ ہر انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ

میری بولی سب لوگ سمجھتے ہیں

جرمنی سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا میں جرمن زبان سے ناواقف کوئی نہیں ہوسکتا۔ فرانسیسی سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا میں فرانسیسی زبان سے ناواقف کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور انگریز سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا میں انگریزی زبان سے ناواقف کوئی نہیں ہوسکتا۔ غرض ہر قوم اپنی زبان کے متعلق اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتی ہے کہ اسے تمام دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں۔ اور وہ خیال کرتی ہے۔ کہ بھلا کونسا ایسا نامعقول انسان ہوسکتا ہے۔ جسے ہماری بولی بھی سمجھ میں نہ آسکے۔ پنجابی زبان کوئی علمی زبان نہیں۔ پنجابی زبان کوئی علمی زبان نہیں۔ مگر پنجابی جاٹ بھی جب ڈھولے کہتے اور پنجابی میں لکھے ہوئے اشعار پڑھتے ہیں۔ یا بلھے شاہ کی کافیاں پڑھتے ہیں۔ تو وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ بھلا کون ایسا انگریز یا امریکن ہے۔ جسے یہ مضمون بھی معلوم نہ ہو۔ اسی طرح قوموں کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ اور وہ سمجھتی ہیں۔ کہ چونکہ فلاں بات ہماری طرف سے بار بار دہرائی گئی ہے۔ اور اس کا مخالف فریق کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اسلئے وہ ضرور سچی ہے۔

غیر مبایعین بھی اسی فن میں عیسائیوں کے خوشہ چین ہیں۔ وہ بھی بعض دفعہ جھوٹے پراپیگنڈا کو کمال تک پہنچا دیتے ہیں جب میری خلافت کے ابتدائی ایام میں انہوں نے ہمارے خلاف اپنے اخبار میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ تو ایک دن انہوں نے اپنے اخبار میں بڑے جلی عنوانات سے اس قسم کے الفاظ لکھے۔ کہ مرزا محمود کی خفیہ سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ حقیقت بے نقاب ہو گئی۔ اور سازش کھل گئی۔ مگر جب ہم نے نیچے مضمون دیکھا۔ تو یہ تھا۔ کہ ایک مبائع نے ہم سے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے ہیں۔ تو اس رات مرزا محمود لوگوں کو جگا جگا کر کہہ رہے تھے۔ کہ دعائیں کرو۔ اللہ تعالےٰ فتنہ سے لوگوں کو بچائے۔ اب نیچے تو یہ خبر تھی۔ مگر اوپر اس قسم کا عنوان تھا۔ کہ بھانڈا پھوٹ گیا۔ سازش کھل گئی۔ حقیقت بے نقاب ہو گئی۔ اور

خفیہ کارروائیوں کا پتہ

چل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کئی احمدیوں کے مجھے خط پہنچے۔ کہ کیا "پیغام صلح" میں جو یہ بات شائع ہوئی ہے۔ درست ہے۔ میں نے انہیں جواب لکھوایا۔ کہ تم نیچے کی عبارت بھی تو پڑھو۔ تم نے تو محض عنوان دیکھ کر سمجھ لیا ہے۔ کہ کوئی سازش تھی۔ جس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ حالانکہ نیچے یہ لکھا ہے۔ کہ میں نے لوگوں سے کہا۔ کہ دعائیں کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ جماعت کی صحیح رہنمائی کرے۔ اور اسے فتنہ سے بچائے۔ میں نے انہیں لکھا۔ کہ اگر یہ سازش ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا اور میں دونوں سازش میں شریک تھے۔ اور یہ کہ میں نے فریب دے کر لوگوں کو کہا۔ کہ تم خدا سے پوچھو۔ کہ حقیقت کس طرف ہے۔ پھر خود بخود تم پر کھل جائے گا۔ کہ سچی بات کونسی ہے۔ گویا پہلے میں نے خدا سے سازش کی۔ اور اسے غیر جانبدار رہنے کی بجائے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ پھر میں نے لوگوں کو فریب دیکر کہا۔ کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ چلو خدا سے جا کر پوچھ لو۔ کہ حق میرے ساتھ ہے۔ یا میرے مخالفوں کے ساتھ۔ پس اس صورت میں مجھ پر ہی سازش کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کو بھی نعوذ باللہ اس سازش میں شریک ماننا پڑتا ہے۔ اور اگر خدا واقعہ میں غیر جانبدار ہے۔ تو پھر میں نے جب یہ کہا۔ کہ تم دعائیں کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ جماعت کے قلوب کی صحیح راہنمائی کرے۔ اور اسے فتنہ اور ٹھوکر سے محفوظ رکھے۔ تو اس کے معنے یہ تھے۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ میری مرضی دنیا کے سامنے آئے۔ بلکہ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ جو کچھ خدا کی مرضی ہے۔ وہی پوری ہو۔ اب میرا اس وقت کا خیال اچھا تھا۔ یا برا۔ یقیناً ہر شخص یہ تسلیم کرے گا۔ کہ اس کے پرکھنے کا اس سے زیادہ اچھا طریق اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ مگر انہوں نے اس خبر کا عنوان یہ رکھ دیا۔ کہ مرزا محمود کی خفیہ سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس عنوان سے متاثر ہو کر بعض قلیل التدبر احمدیوں نے مجھے چٹھیاں لکھیں۔ کہ کیا یہ بات درست ہے۔ اور میں نے انہیں لکھا۔ کہ تم ایک خطرناک ہیڈنگ سے ہی دھوکا میں مبتلا ہو گئے۔ نیچے کا مضمون بھی تو پڑھو۔ اور دیکھو۔ کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہمیں اس دن سخت گھبراہٹ تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ میں نے دعاؤں پر زور دیا۔ اور دوستوں سے کہا۔ کہ وہ اٹھیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعائیں کریں۔ کہ جو خدا کی مرضی ہے۔ وہ پوری ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ہماری یا دوسروں کی غلطی سے سلسلہ کو کوئی نقصان پہنچے۔ لیکن اگر یہ نیکی نہیں تھی۔ اور اگر لوگوں کو دعاؤں کے لئے جگانا اور کہنا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور گڑگڑاؤ اور عرض کرو۔ کہ اے خدا سلسلہ کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھ۔ اور اس نہایت ہی مشکل گھڑی میں ہماری صحیح رہنمائی فرما۔ ایک سازش تھی۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ لوگ اس کے مقابلہ میں یہ اعلان کر دیتے کہ آج رات کوئی شخص دعا کے لئے نہ اٹھے۔ بلکہ جو پہلے تہجد کے لئے اٹھا کرتے ہوں۔ وہ بھی آج رات سوئے رہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے کوئی دعا نہ کریں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ خدا صحیح رہنمائی کر دے۔ یا یہ کہ اگر دعائیں کی گئیں۔ تو نعوذ باللہ خدا بجائے ہدایت دینے کے گمراہ کر دے گا۔ پس اگر وہ اعلان کر دیتے۔ کہ آج رات خدا تعالیٰ سے کوئی دعا نہ مانگی جائے۔ اور اگر خدا کچھ بتائے بھی۔ تو اس پر کان نہ دھرا جائے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ فریب میں آجائیں۔ تو دنیا خود بخود فیصلہ کر لیتی۔ کہ کس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے۔ اور کس نے غلط۔ مگر انہوں نے بجائے اس کے کہ وہ راستہ اختیار کرتے۔ جو صحیح تھا۔ ہمارے طریق عمل پر اعتراض کر دیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اسے ایک بہت بڑی خفیہ سازش قرار دے دیا۔ اسی طرح آج کل کے مفسدین نے کیا۔ انہوں نے بھی جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہوئے اعلانوں پر اعلان کرنا شروع کر دیا۔ کہ ہماری روٹی بند کر دی گئی۔ ہمارا پانی بند کر دیا گیا۔ ہمارا دودھ بند کر دیا گیا۔ ہم حیران کہ یہ کیا بات ہے۔ ہم نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ ان کی روٹی کس طرح بند ہو گئی۔ اور ان کا دودھ پانی کس نے روک لیا۔ ہم دوکانداروں سے پوچھتے۔ تو وہ کہتے۔ کہ ہم سے روزانہ وہ لوگ دودھ اور دوسری ضروریات کی چیزیں لے جاتے ہیں۔ مگر شور یہ مچایا جاتا۔ کہ ہم پر ظلم کیا جاتا ہے۔ ہمیں دکھ دیا جاتا ہے۔ ہمیں دوکانوں سے سودا تک خرید نے نہیں دیا جاتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ سودا سلف کے معاملہ میں محکمہ کو میری اجازت سے یہ ہدایت تھی۔ کہ جو ضروریات زندگی سکھوں۔ ہندوؤں اور غیر احمدی دوکانداروں سے مل سکتی ہوں۔ وہ احمدی دوکانداروں کی طرف سے نہ دی جائیں۔ اور جو نہ مل سکتی ہوں۔ وہ ضرور دی جائیں۔ لیکن

اس میں بھی ایک حکمت

تھی۔ اور وہ یہ کہ وہ یہ شور مچا رہے تھے۔ کہ احمدی ہمیں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں اگر احمدی دوکانداروں کو انہیں ہر قسم کا سودا دینے کی اجازت ہوتی۔ اور کسی دن ان کا کوئی فرد بیمار ہو جاتا۔ تو وہ یہ شور مچا دیتے کہ فلاں احمدی دوکاندار کے ذریعہ ہمیں زہر دی گئی ہے۔ اس قسم کے امکانات کو روکنے کے لئے ہم نے ہدایت دے دی۔ کہ جو ضروریات زندگی انہیں غیروں سے بآسانی میسر آ سکتی ہوں۔ وہ تو احمدی دوکاندار نہ دیں۔ مگر جو چیزیں ان سے نہ مل سکتی ہوں۔ وہ احمدی دوکاندار ضرور دے دیا کریں۔ اور اس کے لئے محکمہ نے ان سے پوچھا۔ کہ جن دوکانداروں پر انہیں اعتبار ہو۔ ان کے نام بتا دیں۔ ہم انہیں اس قسم کی اشیاء کے دے دینے کی اجازت دیدیں گے۔ مگر ان کے مدنظر چونکہ محض شور مچانا اور اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنا تھا۔ اسلئے انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ ہمارا حقہ پانی بند کر دیا۔ یہ بند کر دیا۔ وہ بند کر دیا گیا۔ حقہ پانی کا لفظ میں نے پنجابی محاورہ کے مطابق استعمال کیا ہے۔ ورنہ ان میں حقہ پینے والا میرے علم میں کوئی نہیں) غرض اس رنگ میں انہوں نے اپنی

مظلومیت کا رونا رویا

حالانکہ ہم نے حکم دیا ہوا تھا۔ کہ جو ضروریات زندگی غیروں سے نہیں مل سکتیں۔ وہ احمدی دوکاندار انہیں ضرور دے دیا کریں۔ مگر بہرحال وہ یہ شور مچاتے رہے۔ کہ ہم مارے گئے۔ ہمیں کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔ ہمیں پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ دوکانداروں کو منع کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ ہمارے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔ حالانکہ جو واقعہ میں تکلیف زدہ ہو۔ اور جسے حقیقت میں ان چیزوں کی ضرورت ہو۔ وہ پہلے اپنی روٹی کا فکر کیا کرتا ہے۔ یہ نہیں کرتا۔ کہ روٹی کا تو فکر نہ کرے۔ اور شور مچانا شروع کر دے۔ کہ میں مارا گیا۔ اگر انہیں دودھ نہیں ملتا تھا۔ تو وہ پہلا کام یہ کرتے۔ کہ کسی سے دودھ لیتے۔ اور اپنی ضرورت کو پورا کرتے۔ مگر وہ دودھ اور روٹی تو نہ لیتے۔ بلکہ محض یہ شور مچاتے رہتے۔ کہ ہم مارے گئے۔ ہم مارے گئے۔ تو پراپیگنڈا اس زمانہ کی

تمام حیات کا روح رواں

ہو گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اسلام کی طرف سے بھی پراپیگنڈے کا مقابلہ پروپیگنڈا سے کیا جائے۔ اور سچائی سے جھوٹ کو مٹایا جائے۔ درحقیقت اس زمانہ میں جھوٹ کی اتنی کثرت ہو گئی ہے۔ اور دھوکا اور فریب اس قدر عام ہو گیا ہے۔ کہ جب تمہارا ایک قریب ترین دوست بھی تم سے کوئی بات کر رہا ہو۔ تو تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ کہیں یہ مجھ سے فریب تو نہیں کر رہا۔ پس

جھوٹ اور فریب کی کثرت

کی وجہ سے جھوٹ کی ہیبت اور اس کی اہمیت لوگوں کے قلوب سے نکل گئی ہے۔ اور جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ ساری دنیا ہی ایسا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے دوسروں کے عیوب کی تشہیر کرنے سے بنی نوع انسان کو روکا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو رفتہ رفتہ لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں گے۔ کہ ساری دنیا ہی عیوب میں مبتلا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ

جرموں کا رعب

جو انسانی قلوب میں ہوتا ہے۔ وہ جاتا رہیگا۔ مگر نادان خدا تعالیٰ کی وسیع حکمتوں کو نہیں سمجھتے۔ اور اپنی معمولی ضرورتوں اور خواہشوں کو خدا تعالیٰ کے احکام پر مقدم کر لیتے ہیں۔

تو اسلام اس وقت ایک وسیع خطرہ میں گھرا ہوا ہے۔ اس زمانہ میں جھوٹ کا پروپیگنڈا اپنے انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ سچ کے واعظ دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دئے جائیں۔ سچ بے شک طاقتور ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی تو ضروری ہوتا ہے۔ کہ سچ کی کچھ نہ کچھ آواز نکل رہی ہو۔ ہم نے مانا۔ کہ اگر سو جھوٹ بولنے والے ہوں۔ تو ان پر ایک سچ بولنے والا غالب آ سکتا ہے۔ ہم نے یہ بھی مانا۔ کہ اگر ہزار جھوٹ بولنے والے ہوں۔ تو ان پر ایک سچ بولنے والا غالب آ سکتا ہے۔ مگر یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ لاکھوں اور کروڑوں جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے ہوں۔ اور

سچ اپنی کوٹھڑی میں

چھپا ہوا ہو۔ اور ہم یہ سمجھ رہے ہوں۔ کہ سچ جھوٹ پر غالب آ جائے گا۔ وہی سچ غالب آیا کرتا ہے۔ جو دلیری سے جھوٹ کے مقابلہ میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ پرواہ نہیں کرتا۔ کہ میرا انجام کیا ہو گا۔ جو سچ اس طرح کھلے بندوں نڈر ہو کر جھوٹ کے مقابلہ میں نکل کھڑا ہو۔ اسے ہی غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ غلبہ مقابلہ سے ہی میسر آتا ہے۔ بغیر اس کے نہیں۔ اور تحریک جدید کی غرض یہی ہے۔ کہ اللہ تعالے ہمیں توفیق دے۔ تو ہم

ساری دنیا میں اسلام

کی طرف سے مقابلہ کرنے والے پہلوان کھڑے کر دیں۔ چاہے ایک کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے دو کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے تین کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے چار کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے پانچ کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے دس کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ بلکہ خواہ ساری دنیا ایک طرف ہو۔ اور دوسری طرف وہ اکیلا کمزور اور ناتوان انسان ہو۔ جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں۔ جس کو اپنے رہنے کے لئے مکان تک میسر نہ ہو۔ اور جسے کھانے کے لئے پیٹ بھر کر روٹی نہ ملتی ہو۔ مگر وہ

اپنی ناتوان اور کمزور آواز

سے لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر رہا ہو۔ جس دن ہم یہ کام کر لیں گے۔ جس دن ہم جاپان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم چین میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم فلپائن میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم امریکہ اور اس کی ریاستوں میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم انگلستان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم یورپ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم سوئٹزرلینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم رومانیہ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم یوگوسلاویکیہ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم یونان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم ہنگری میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم جرمنی میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم ڈنمارک میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم بلجیم میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم ہالینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم فن لینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم سپین میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ ہم پرتگال میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے۔ اور اگر ہم زیادہ مبلغ نہ بھجوا سکیں۔ تو کم سے کم

ایک مبلغ ہر علاقہ میں

بھجوا دیں گے۔ اسی طرح ہم افریقی ممالک میں ایک ایک مبلغ بھجوا دیں گے۔ تا کہ ان ممالک میں اسلام کا جھنڈا تو لہراتا رہے۔ اس دن ہم یہ سمجھیں گے۔ کہ ہمارے کام کا آغاز ہوا۔ نہ سہی حکومتیں۔ نہ سہی سلطنتیں۔ نہ سہی کثرت تعداد۔ نہ سہی شان و شوکت۔ نہ سہی وہ لٹریچر جو سارے ملک میں پھیل جائے اور

تعلیم یافتہ طبقہ

کو اسلام کی خوبیوں کا گرویدہ کر دے۔ نہ سہی بلند و بالا چوٹیوں پر لہرانے والا جھنڈا کم سے کم ہر ملک میں اسلام کی طرف منسوب ایک دھجی تو ہو۔ جو ہوا میں لہرا رہی ہو۔ اور لوگوں کو یہ بتا رہی ہو۔ کہ اسلام مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ مگر ہم نے تو ابھی یہ بھی نہیں کیا۔ حالانکہ

تحریک جدید کا پہلا مقصد

یہ ہے۔ کہ ہم دنیا کے ہر ملک میں کم از کم ایک آدمی ایسا کھڑا کر دیں۔ جو اسلام کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھے۔ اور اس پھریرے کو ہوا میں لہراتا رہے۔ دنیا سمجھتی ہے کہ اس نے اسلام کو مٹا دیا۔ مگر ہر ملک میں ہمارا ایک ایک منادی لوگوں کو یہ آواز دے رہا ہو۔ کہ ہم بے شک کمزور ہیں۔ ہم بے شک اور حقیر ہیں۔ بے شک ہماری طاقت ٹوٹ گئی۔ ہماری حکومت جاتی رہی۔ مگر اسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنا سر نیچا نہیں کیا۔ بلکہ اسلام کا پھریرا آج بھی ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ مگر ابھی تو اس دن کے آنے میں بھی ہمیں دیر نظر آتی ہے۔ اور اس کے لئے کئی قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن بہر حال جس دن ہم یہ کام کر لیں گے۔ اس دن ہمارا دوسرا قدم یہ ہوگا۔ کہ ان ممالک میں صرف

اسلام کا پھریرا

ہی نہ لہرائے۔ بلکہ ان ممالک کے باشندوں میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا کریں۔ جو اسلام کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں۔ بلکہ ہمیشہ اسے مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ جاپان میں ایک ہندوستانی اسلامی جھنڈے کو نہ لہرا رہا ہو۔ بلکہ چند جاپانی اسلامی جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہوں۔ چین میں ایک ہندوستانی اسلامی جھنڈا نہ لہرا رہا ہو۔ بلکہ چند چینی اسلامی جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہوں۔ اسی طرح انگلستان۔ امریکہ فرانس جرمن۔ سویڈن۔ ناروے۔ فن لینڈ۔ ہنگری۔ سپین پرتگال اور دیگر ممالک میں ہندوستانی اسلامی جھنڈا نہ لہرا رہے ہوں۔ بلکہ خود ان ممالک کے بعض باشندے اسلامی جھنڈا اُٹھائے کھڑے ہوئے ہوں۔ چاہے وہ تعداد میں کتنے ہی تھوڑے ہوں۔ اور چاہے وہ کتنے ہی کمزور اور ناتوان ہوں۔

یہ ہمارا دوسرا مقصد ہے

جو تحریک جدید کے ماتحت ہمارے سامنے ہے۔ غرض ہمارے سامنے بہت بڑا کام ہے۔ فتح بہت دور ہے۔ اور منزل بہت بعید ہے۔ بزدل اس لمبی مسافت سے گھبراتا اور قربانیوں سے جی چراتا ہے۔ مگر بہادر انسان جانتا ہے۔ کہ میرا یہ کام نہیں۔ کہ میں دیکھوں۔ مجھے فتح حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ بلکہ میرا یہ کام ہے۔ کہ جب تک میری زبان چلتی رہے۔ میں بولتا چلا جاؤں اور اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کے دین کی اشاعت زمین پر کرتا رہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس کا کیا ہی عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

ایک سچا مومن

خواہ موت کے قریب پہنچ جائے۔ دشمن اسے قتل کرنے کے درپے ہوں۔ اور اسکی گردن پر خنجر پھیر رہا ہو۔ تب بھی وہ سچائی کو بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہمارے ہی زمانے کا نقشہ ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس حدیث میں کھینچا۔ آج ہی وہ زمانہ ہے۔ کہ سچائی کو کند ہتھیاروں سے ذبح کیا جا رہا ہے۔ آج ہی وہ زمانہ ہے کہ

مسلمان کمزور اور بے بس

ہیں۔ مگر بجائے ڈرنے اور گھبرانے اور بھاگ جانے کے جو شخص آج تلوار کے نیچے بھی لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہی بہادر ہے۔ کیونکہ موت بھی اسکو نہیں ڈرا سکی۔ اور مرتے وقت بھی وہ کہتا چلا گیا۔ لا اِلٰہَ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلام نے تو

ایک بہت بڑا مقصود

بنی نوع انسان کے سامنے رکھا ہے۔ ہمارے تو دنیوی شاعر بھی بزدلی اور دون ہمتی کے خلاف رہے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے امیر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

کہ شکست اور فتح تو قسمت سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر قسمت نے یاوری کی۔ تو فتح ہو گئی نہ کی۔ تو شکست ہو گئی۔ مگر مجھے خوشی ہے تو یہ کہ ؂

مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ہم تو لڑتے رہے۔ اگر فتح نہیں ہوئی۔ اور شکست ہو گئی۔ تو اس میں ڈر کی کونسی بات ہے۔ یہ تو ایک دنیوی شاعر کا قول ہے۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس بات کو کیسے عجیب رنگ میں بیان فرمایا۔ کہ مومن کی یہ شان ہے۔ کہ اگر تلوار اسکی گردن پر پھیری جا رہی ہو۔ تو پھر بھی وہ سچ بیان کر رہا ہوتا ہے۔ تو

شکست و فتح

کا کوئی سوال نہیں۔ مقابلے کا بھی کوئی سوال نہیں۔ کمزوری کا بھی کوئی سوال نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس وقت بھی ایک مومن سے سچ بولنے کی توقع ظاہر کی ہے۔ جب مخالف اسے پچھاڑ لیتا ہے۔ جب وہ اسکی چھاتی پر چڑھ جاتا۔ اور تلوار اسکی گردن پر رکھ دیتا ہے۔ جب وہ اسے ذبح کرنے کے لئے بالکل تیار ہو جاتا ہے۔ اور دنیوی لحاظ سے اسکی کوئی آس باقی نہیں رہتی۔

ایسی نازک گھڑیوں میں

بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مومن اپنی بات کو دہراتا چلا جاتا ہے۔ تم ان دونوں نقشوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ۔ اور پھر دیکھو۔ کہ تمہارا دل ہاں وہ دل جس پر دنیوی آلائشوں سے زنگ نہ لگ چکا ہو۔ اور بالکل پاک صاف ہو۔ کس نظارہ سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ تم دیکھو گے۔ کہ ایک طرف ایک بہت بڑا اسلامی لشکر ہے۔ تمام سپاہی سازو سامان سے آراستہ ہیں۔ سامانِ حرب کی ان کے پاس کمی نہیں۔ لشکر کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اور تمام سپاہی فنونِ جنگ کے ماہر ہیں۔ یہ اسلامی لشکر ایک بہت بڑے

دشمن کے لشکر پر حملہ

کرتا اور اسے رگیدے چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن میدانِ جنگ سے بھاگ جاتا ہے اور مسلمان اپنی شوکت کے اظہار کے لئے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

تم ایک طرف اس نظارہ کو اپنے ذہن میں لاؤ۔ اور دوسری طرف یہ نظارہ

عالم تصور میں

اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ۔ کہ ایک مسلمان ایک ایسے ملک میں ہے۔ جہاں ہر طرف جھوٹ اور فریب کا دور دورہ ہے۔ لوگ اس کے مخالف ہیں اور چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اسے قتل کر دیں۔ ایک دن وہ یہی تہیہ کئے اس کے گھر کا احاطہ کر لیتے اور اسے پکڑ کر باہر نکالتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اسلام چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تمہیں مار دینگے وہ کہتا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ اسلام مجھ سے نہیں چھوٹ سکتا۔ وہ اسے مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور مارتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ادھ مؤا ہو جاتا ہے۔ تو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ بتاؤ۔ اب تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میرا عقیدہ یہی ہے۔ کہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس پر وہ پھر اسے پیٹتے ہیں۔ اور پیٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زخموں سے چور چور ہو جاتا ہے۔ وہ پھر اسے چھوڑ دیتے اور کہتے ہیں۔ بتاؤ اب بھی تم باز آتے ہو یا نہیں۔ مگر وہ جواب دیتا ہے۔ کہ میرا عقیدہ یہی ہے۔ کہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس پر وہ پھر اسے پیٹتے ہیں۔ اور پیٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے اپنے زعم میں قتل کر دیتے ہیں۔ اور عین اس وقت جبکہ وہ اسکی لاش کو پھینک دیتے ہیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اس کا سر لڑھک جاتا ہے۔ اسکی گردن لٹک جاتی ہے۔ اس کے ہونٹ آخری بار ہلتے ہیں۔ اور ان سے ایک آواز آتی ہے۔ نہایت دھیمی آواز۔ اتنی دھیمی کہ وہ ایک فٹ کے فاصلہ سے بھی نہیں سُنی جا سکتی۔ تب ایک شخص آگے بڑھتا اور اس کے ہونٹوں پر اپنے کان رکھ دیتا ہے۔ تاکہ وہ معلوم کرے۔ کہ اس نے کیا کہا۔ جب وہ اپنے کان اس کے ہونٹوں کے قریب لے جاتا ہے۔ تو اسے ہلکی سی یہ آواز آتی ہے۔ کہ لا اِلٰہ الا اللہ اور اس کے ساتھ ہی اسکی روح

قفس عنصری سے پرواز

کر جاتی ہے۔

اب ایک طرف میدانِ جنگ میں دشمنوں پر فتح پانے والے اسلامی لشکر نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔ اور دوسری طرف اس جان توڑنے والے نے لا اِلٰہَ الا اللہ کہا۔ مگر یقیناً ان دونوں آوازوں میں سے وہ کمزور اور ناتوان آواز جو ایک فٹ کے فاصلہ سے بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ وہ زیادہ شاندار ہوگی۔ وہ سچے مومنوں کے دلوں میں زیادہ امنگیں اور حوصلے پیدا کرنے والی ہوگی۔ بہ نسبت اس نعرہ کے جو میدانِ جنگ میں فاتح لشکر نے بلند کیا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی جنگوں کو دیکھ لو۔ اور ان کی مکہ والی حالت کو بھی دیکھو۔ اور پھر غور کرو۔ کہ کونسی چیز ہے۔ جو

ہمارے دل میں گدگدی

پیدا کرتی ہے۔ وہ جنگیں ہمارے دلوں میں اس قدر گدگدی پیدا نہیں کرتیں۔ جن میں مسلمان فوجیں کافی تعداد میں ہؤا کرتی تھیں۔ اور کفار کا پوری قوت سے مقابلہ کرتی تھیں۔ بلکہ جو چیز محمد صلے اللہ کی حقیقی شان کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ وہ وہی ہے۔ جبکہ آپ اکیلے اور تنِ تنہا مکہ کی گلیوں میں توحید کا وعظ کرتے اور قریش مکہ آپ کو ہر رنگ میں دکھ اور اذیت پہنچاتے یہاں تک کہ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ کسی طرح محمد (صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کو

توحید کے وعظ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں روک سکے۔ تو وہ آپ کو مارنے کے درپے ہو گئے۔ اور اس فیصلہ کے بعد وہ آپؐ کے چچا کے پاس جو آپ کی امداد کا آخری دنیوی ذریعہ تھے۔ گئے۔ اور کہا۔ اے ابو طالب تیرے اس بھتیجے نے ہم کو بڑا ستایا ہے۔ اب تو اسکی مخالفت کی حد ہو گئی۔ اگر یہ اتنا ہی کرے۔ کہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے۔ تب بھی ہم اس کے خدا کو مان لیتے ہیں۔ یہ صرف اتنا کرے۔ کہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہے۔ لیکن اگر اس نے اس آخری نوٹس اور تجویز کے بعد بھی ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا نہ چھوڑا۔ اور تم اسکی مدد پر رہے۔ تو اے ابو طالب ہم تمہیں بھی

ریاست سے جواب

دے دیں گے۔ اب تک ہم تمہارا بڑا لحاظ کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر اب یہ معاملہ ہماری حد برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ اور ہم تمہیں یہ کہنے آئے ہیں۔ کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روک لیں۔ ورنہ اس کے ساتھ ہی ہم تمہارا بھی مقابلہ کریں گے۔ اور تم کو رئیس اور سردار کے مرتبہ سے الگ کر دیں گے۔ ابو طالب کی تو زندگی ہی مکہ کی ریاست اور سرداری میں تھی۔ وہ بھلا اسکو کہاں چھوڑ سکتے تھے۔ انہوں نے جب یہ دھمکی سنی۔ تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ اور یہ بات ابو طالب پر ہی منحصر نہیں۔ پرانے خاندانوں میں اپنی عزت کو قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے دادا کے متعلق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ کہ وہ مختلف کام جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں اور پھر کشمیر میں کرتے رہے۔ ان ایام میں انہوں نے

ایک لاکھ کے قریب روپیہ

جمع کیا۔ اس زمانہ میں روپیہ کی بہت بڑی قیمت ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ قریب ہی ایک گاؤں راجپورہ ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چچا نے پانچ سو روپیہ میں خریدا تھا۔ چھ سو ایکڑ اسکی زمین ہے۔ اور گو وہ زمین اتنی اچھی نہیں۔ مگر پھر بھی کجا پانچ سو روپیہ اور کجا چھ سو ایکڑ زمین ایک روپیہ ایکڑ سے بھی کم قیمت میں انہیں زمین مل گئی۔ پس اگر وہ چاہتے۔ تو اس روپیہ سے

بہت بڑی جائیداد

پیدا کر سکتے تھے۔ مگر جب انگریزوں کی حکومت آئی۔ اور انہوں نے ان کی جائیداد ضبط کر لی۔ تو وہ اس کے حصول کے لئے مقدمات میں لگ گئے۔ بعض دوستوں نے انہیں مشورہ دیا۔ کہ آپ اس کام میں نہ پڑیں۔ اس میں چنداں فائدہ نہیں۔ اگر کچھ ملا بھی تو بالکل بے حقیقت ہوگا۔ اس وقت جائیداد کی قیمت کچھ نہیں۔ آپ کے پاس روپیہ ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو اس روپیہ سے پچاس اچھے اچھے قصبے خرید سکتے ہیں۔ اس میں آپ کی اولاد کی بھی بہتری ہوگی۔ کیونکہ اس جائیداد سے ان کے لئے گذارہ کی معقول صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس علاقہ میں ان دنوں چھوٹے چھوٹے زمیندار تھے۔ مگر باہر گوجرانوالہ اور لاہور کے اضلاع میں اچھے اچھے زمیندار تھے۔ جو پچاس پچاس سو سو ساٹھ ساٹھ بلکہ سو سو گاؤں کے مالک تھے۔ اسلئے انہیں بعض دوستوں نے مشورہ دیا۔ کہ بجائے اسجگہ روپیہ ضائع کرنے کے آپ باہر

چالیس پچاس گاؤں

خرید لیں۔ مگر انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر باہر ہم نے گاؤں خرید بھی لئے۔ تو ہمارے بچے جب کبھی باہر نکلیں گے۔ اور لوگ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے۔ کہ یہ کون ہیں۔ تو وہ آگے سے کہیں گے۔ کہ خبر نہیں کون ہیں۔ کوئی باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر قادیان اور اس کے اردگرد ہمیں دو ایکڑ زمین بھی مل جائے۔ اور ہماری اولاد فاقوں میں بھی مبتلا ہو جائے۔ تو بھی جب ان کی نسبت کوئی سوال کرے گا۔ کہ یہ کون ہیں۔ تو لوگ جواب دیں گے۔ کبھی یہ

ہمارے حاکم اور بادشاہ

تھے۔ مگر اب گردشِ ایام سے غریب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اسی خیال کے ماتحت انہوں نے ایک لاکھ روپیہ ضائع کر دیا۔ اور قادیان میں انہیں جو تھوڑی سی جائیداد ملی۔ اس پر اکتفا کر لیا۔ میں سمجھتا ہوں۔ وہ جائیداد جو انہیں ملی۔ وہ اس جائیداد کا پانچ سوواں حصہ بھی نہیں تھی۔ جو وہ اس روپیہ سے خرید سکتے تھے۔ مگر بہر حال انہوں نے اس تھوڑی سی جائیداد کو خوشی سے قبول کیا۔ لیکن اس مقام کو چھوڑنا پسند نہ کیا۔ جہاں انہیں اپنے بزرگوں کی وجہ سے

ایک رنگ کی حکومت

حاصل تھی۔

غرض پرانے خاندانوں کے افراد اپنی خاندانی عزت کو جاتے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

پس جب ابو طالب سے مکہ والوں نے کہا۔ کہ اگر آپ اپنے بھتیجے کو نہ روک سکے۔ اور اسکی حمایت بھی نہ چھوڑی۔ تو پھر آپ کا اور ہمارا تعلق قطع ہو جائے گا۔ تو ابو طالب بالکل گھبرا گئے۔ اور انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر کہا۔ اے میرے بھتیجے اب تیری قوم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ آج بڑے بڑے رؤسا اکھٹے ہو کر میرے پاس آئے تھے۔ اور وہ مجھے کہتے تھے۔ کہ ابو طالب صرف تیری حفاظت کی وجہ سے ہم نے تیرے بھتیجے کو اب تک چھوڑا ہوا تھا۔ اور ہم نے تیرا بڑا لحاظ کیا۔ کیونکہ تو شہر کا رئیس ہے۔ مگر آخر یہ ظلم کب تک برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اگر تیرا بھتیجا اب بھی باز نہ آیا۔ اور اس نے

ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا

کہنا ترک نہ کیا۔ تو ہم تجھے بھی ریاست سے جواب دے دیں گے۔ اور آئندہ تیری عزت نہیں کرینگے۔ اور اے میرے بھتیجے انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اگر تیرا بھتیجا تھوڑی سی بھی نرمی کرے اور ہمارے بتوں کو بُرا بھلا نہ کہے۔ تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ بلکہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ اگر تیرے بھتیجے کا یہ مقصد ہے۔ کہ کسی نہایت ہی خوبصورت لڑکی کے ساتھ اسکی شادی کر دی جائے تو ہم اپنی تمام بیٹیاں اس کے سامنے پیش کرنے کے تیار ہیں۔ ان میں سے جس کے ساتھ اس کا جی چاہے۔ شادی کر لے۔ اور اگر اسکو دولت کا شوق ہے۔ تو

ہم تمام اپنی آدھی آدھی دولت

اسکو دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر اسے یہ شوق ہے۔ کہ وہ عرب کا حاکم اور سردار بن جائے۔ تو ہم اسے اپنا حاکم اور سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر وہ کچھ تو رعایت کرے۔ اور ہمارے بتوں کو اتنا بُرا تو نہ کہے۔ جتنا بُرا وہ انہیں آج کل کہتا پھرتا ہے۔

دنیوی طور پر یہ کتنا بڑا لالچ تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا۔ لوگ خوبصورت لڑکیوں سے شادی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور مکہ والوں نے خود یہ کہدیا۔ کہ ہم اپنی تمام بیٹیاں اس کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ جس کے ساتھ جی چاہے۔ شادی کرے۔ لوگ مال اور دولت کے حصول کے لئے کوششیں کرتے ہیں۔ اور مکہ والوں نے یہ خود ہی کہہ دیا۔ کہ ہم اپنی آدھی آدھی دولت اس کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح لوگ حکومت کے لئے کوششیں کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ لوگوں میں ان کا اعزاز قائم ہو جائے۔ اور یہ پیشکش بھی مکہ والوں نے خود ہی کر دی۔ اور کہہ دیا۔ کہ ہم اسے

اپنا سردار اور حاکم

ماننے کے لئے تیار ہیں۔ غرض انہوں نے کہا۔ کہ ہم تمام اعزاز اسے دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اسے بھی تو چاہیئے۔ کہ ہمارے ساتھ کچھ نرمی کرے۔ اور ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے۔ پھر ابو طالب نے کہا۔ کہ اے میرے بھتیجے۔ اب مجھ میں بھی طاقت نہیں رہی۔ کہ میں تجھے دشمن کے حملوں سے بچا سکوں۔ اب تو یہ مجھے بھی دھمکی دینے لگ گئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر تو نے اپنے بھتیجے کو منع نہ کیا۔ تو ہم تجھے بھی ریاست سے الگ کر دینگے۔ اور شہر سے نکل جانے پر مجبور کریں گے۔ ابو طالب کے لئے تو مکہ کی سرداری ایک بہت بڑی بادشاہت تھی۔ جب انہوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اور اس مقام پر پہنچے۔ کہ انہوں نے مجھے یہ دھمکی دی ہے۔ کہ اگر تُو نے تجھے منع نہ کیا۔ تو وہ مجھے ریاست سے الگ کر دیں گے۔ تو وہ رو پڑے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر صدمہ محسوس کیا۔ اور چونکہ آپؐ پر ابو طالب کے بہت بڑے احسانات تھے۔ اسلئے آپؐ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ اے میرے چچا آپ کو اگر اپنی تکلیف کا خیال ہے۔ تو میرے ساتھ آپ آئندہ کوئی واسطہ نہ رکھیں۔ اور مجھے میرے حال پر رہنے دیں۔ اور اے میرے چچا کسی خوبصورت لڑکی سے شادی اور روپیہ اور سرداری کا تو کیا ذکر ہے۔ اگر یہ لوگ

سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں

پہلو پر بھی لا کھڑا کریں۔ تب بھی میں ان کی بات نہ مانوں گا۔ اور خدا تعالےٰ کی توحید کا کلمہ بلند کرتا رہوں گا۔ گویا مکہ کی حکومت کیا۔ اگر ساری دنیا کی حکومت انہیں مل جائے۔ اور ساری دنیا کی حکومت کیا۔ سارے عالم کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حکومت انہیں مل جائے اور یہ جب چاہیں سورج کو اتار لیں۔ اور جب چاہیں چاند کو اتار لیں۔ گویا سورج اور چاند ان کی مٹھی میں اس طرح کھیل رہے ہوں۔ جس طرح بچے اپنے ہاتھوں میں گیند اٹھائے پھرتے ہیں۔ تب بھی میں ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہ

غریب اور بیکس محمدؐ

(صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جس نے ابو طالب کی کوٹھڑی میں یہ جواب دیا تھا۔ کونسا انسان ہے۔ جو اس کے مقابلہ میں ٹھیر سکتا ہو۔ اس ایک واقعہ سے ہی کروڑوں سورج سے زیادہ شعاعیں نکل نکل کر قلوب کو منور کر رہی ہیں۔ اور دنیا کی ساری روشنیاں اس کے سامنے اندھیرا بن جاتی ہیں۔

پس کمزوری کی جنگ کوئی معمولی جنگ نہیں ہوتی۔ وہ نادان بزدل اور بے وقوف ہوتا ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ مگر اس پدی کی دلیری سے کون متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے۔

جو باز کے مقابلہ میں کھڑی ہو جائے۔ اور کہے۔ کہ میں مر جاؤں گی۔ مگر باز کے ظلم کو برداشت نہیں کروں گی۔ اب مرنے کو پولینڈ والے مر گئے۔ اسی طرح فن لینڈ والے مر جائیں یا بچ جائیں۔ کیونکہ وہ کچھ صلح کی طرف مائل دکھائی دیتے ہیں۔ مگر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ پولینڈ والے ذلیل ہو گئے۔ وہ لڑے اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اگر وہ یونہی بغیر لڑائی کے اپنا ملک جرمنی کے حوالے کر دیتے۔ تو بے شک وہ ذلیل ہو جاتے۔ مگر اب وہ

مر کر بھی ذلیل نہیں

ہیں۔ اور خواہ انگریز انہیں آزادی دلا سکیں یا نہ دلا سکیں۔ بعد میں پیدا ہونے والے پولینڈ کے لوگ ذلیل ہو جائیں۔ تو ہو جائیں۔ موجودہ پولینڈ کے لوگ ذلیل نہیں کہلا سکتے۔

اسی طرح وہ جو آج اسلام کی اشاعت کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں۔ جو سچ اور ہدایت کو پھیلانے کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں۔ یا آئندہ کھڑے ہوں گے۔ یقیناً عزت میں ان کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ بیشک ظاہری بینائی رکھنے والوں کی آنکھ سے ان کا مستقبل پوشیدہ ہے۔ مگر جن کی باطنی آنکھ کھلی ہے۔ وہ ان کے کام کو نہایت ہی شاندار نتائج پیدا کرنے والا دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ وہی ہیں۔ جو آج اس بیج کو بو رہے ہیں۔ جس نے کل ایک ایسے عظیم الشان درخت کی شکل اختیار کرنی ہے۔ جس کے سایہ کے نیچے دنیا کی تمام اقوام آرام کریں گی۔

ہماری کوششوں کی مثال

بالکل ویسی ہی ہے۔ جیسے ایک غریب اور کمزور انسان جس کے تن کو صرف چیتھڑوں نے ڈھنک رکھا ہو۔ دنیا سے الگ ایک جنگل میں چھوٹا سا بیج بوتا دکھائی دے۔ جنگل کی ہدہدیں بھی اس کے بیوقوفانہ ارادوں حیران ہو رہی ہوں۔ فاختہ بھی ہنس رہی ہو۔ چڑیاں بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہی ہوں۔ اور کہتی ہوں۔ کہ کس امید پر یہ شخص بیج بو رہا ہے۔ ادھر یہ بیج بو کر ہٹے گا۔ ادھر ہم چونچ سے بیج کو زمین میں سے نکال کر کھا جائیں گی۔ زمین پر تو اس کا یہ حال ہو۔ لیکن آسمان پر خدا کے فرشتے اس کے کام کو دیکھتے ہوئے ادب اور احترام کے ساتھ سر جھکائے کھڑے ہوں۔ اور کہہ رہے ہوں۔ خاموش کہ دنیا میں پھر

سچائی کا بیج

بویا جا رہا ہے۔ خدا تعالےٰ کا ہاتھ اس کے اوپر ہوگا۔ وہ آپ اسے بڑھائے گا۔ اور ترقی دے گا۔ یہاں تک کہ وہ بیج ایک تناور درخت کی صورت اختیار کرے گا۔ اور تمام دنیا اس کے سایہ کے نیچے آرام کرنے پر مجبور ہوگی۔

جاپان کے مذاہب

(فاروق کے نامہ نگار خصوصی مقیم جاپان کی چٹھی)

شنتوازم (Shinto-ism)

شنتوازم جس کے متعلق میں کچھ بیان کرنے لگا ہوں۔ جو جاپان کے مذاہب میں سے ایک بہت اہم اور بنیادی مذہب ہے۔ اس مذہب کی ابتداء ارتقاء اور پھیلاؤ جاپانی حدود تک ہی محدود ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اسی قوم سے متعلق ہے۔ تبلیغی مذہب نہیں۔ ہر جاپانی فرد شنتو ہے۔ اس قوم کی بنیاد ترقی اور عروج درحقیقت اسی پر مبنی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ جن اصولوں پر جاپان ترقی کر رہا ہے۔ وہ شنتوازم ہے۔

شنتو (دیوتاؤں کی پرستش) کے جاپانی زبان میں دو نام ہیں۔ کامی نومیچی Kami-no-Michi اور کنّاگرانومیچی "Kannagara-no-Michi" - اول الذکر کے معنے دیوتاؤں کا رستہ اور مؤخر الذکر کے معنے وہ راستہ جو دیوتاؤں نے بنایا۔ اور ایک نامعلوم وقت سے یہاں رائج کر دیا۔

مذہبی طور پر میچی کے معنے رستہ یا مذہبی تعلیمات کے ہیں۔ اور کامی کے معنے دیوتا۔ معبود۔ اور ارواح کے ہیں۔ لغوی طور پر کامی کے معنے اوپر۔ اعلےٰ افضل اور بڑے کے ہیں۔ خواہ یہ فضیلت اخلاق یا رتبہ کے لحاظ سے ہو۔ یا پھر کسی ہنر یا کمال کی وجہ سے۔ بہر حال ایسے فرد کو کامی کہا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ شنتوازم میں ہر اس ہستی اور انسان کی پرستش کی جاتی ہے۔ جو کسی لحاظ سے بھی اچھے معنوں میں بڑا ہو۔

شنتوازم کی اقسام:۔ شنتوازم کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) قومی شنتو۔ (۲) شنتو جو تیرہ فرقوں میں منقسم ہے۔

قومی شنتو:۔ اس کا ظہور Jinja Shinto یعنی قبر پرستی کی شکل میں ہے۔ اس طور پر کہ کسی بڑے آدمی (شاہی خاندان) یا بہادر کے مرنے پر ایک مقبرہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ اور اس میں اس کے پھول دفن (وقف) کر کے اسکی عبادت کی جاتی ہے۔ عام طور پر ایسے فرد کے لئے خاص مقبرہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ مگر کبھی کبھی ایک ہی خاندان کے دو یا اس سے زیادہ بھی ایک ہی مقبرہ میں دفن (وقف) کر دیئے جاتے ہیں۔

اس مذہب کی تعلیم سکولوں میں ابتدائی جماعتوں سے ہی شروع ہو جاتی ہے اور بچوں کو "قومی اخلاق" کی کتابوں میں یہ تعلیم دی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے بڑے ہو کر Akitsumikami "وقت کے خدائی حکمران" کے کامل فرمانبردار اور اعلےٰ درجہ کے حب الوطن ہوتے ہیں۔

جاپانی قوم کا رجحان ابتداء سے ہی قدرتی مظاہر کی پرستش کی طرف تھا۔ چنانچہ پتھر۔ درخت۔ حیوانات۔ جمادات اور ہر وہ چیز جس میں ڈر۔ خوف۔ نفع یا نقصان۔ خوبصورتی یا بدصورتی پائی جاتی ہو۔ عبادت کی جاتی تھی۔ اور دیوتاؤں کا شمار آٹھ کروڑ یا اس سے بھی زائد تھا۔

"آسمانی تثلیث"۔ سب سے بڑا دیوتا Amaterasu-omi-Kami امتراسواومیکامی۔ سورج کی دیوی۔ Tsuki yomi no-mikoto۔ تسوکی یومینو میکوتو۔ Susa-no-Onomikoto چاند کا دیوتا اور طوفان کا دیوتا (آندھی۔ بارش۔ بجلی اور گرج) ان تینوں دیوتاؤں کو آسمانی تثلیث کہا جاتا ہے۔ پھر ان کے ماں باپ "Izanagi" ایزاناگی اور "Izanami" ایزانامی کو آسمان اور زمین کا دیوتا کہا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا اشخاص "دیوتاؤں کے زمانہ" میں پیدا ہونے کی وجہ سے اپنی زندگی میں ہی دیوتا تھے۔ اور مرنے کے بعد بھی دیوتاؤں کا جنم لیا۔ اور کارخانہ عالم میں الگ الگ حکمران ہو گئے۔

شنتوازم کے بنیادی اصولوں میں سے بادشاہ وقت کی عبادت۔ بہادروں کی عبادت۔ مردوں کی عبادت۔ اور آبار کی عبادت ہیں۔

شنتوازم کا ایک پہلو اور جاپان شنتوازم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا ایک بڑا اصول یہ ہے۔ کہ "ہر چیز میں خدا ہے۔ یا ہر چیز خدا ہے"۔ گذشتہ زمانہ میں جاپانیوں نے بھی بھوت پریت بُری ارواح اور جو چیز بھی سامنے آئی۔ اسکی عبادت کی۔ اور اس طریق عبادت کا نام شنتو ازم رکھا گیا۔ اب اس سے ذرا ترقی کر کے مذکورہ بالا اصول کے مطابق شنتو یا شرک کو ایک احسن پیرایہ میں پیش کیا گیا۔ اور بعینہٖ انسانی ماحول کی طرح دیوتاؤں کا بھی ایک خاندان مقرر کیا گیا۔ ماں باپ۔ بہن بھائی۔ نوکر اور آقا کی تقسیم معرضِ ظہور میں آئی۔ مگر یہ سب اپنی اپنی جگہ بلا امتیاز دیوتا ہیں۔

"ایزاناگی" اور "ایزانامی" (جنہوں نے زمین اور آسمان کے دیوتاؤں کا جنم لیا) "امتراسو" (لڑکی) اور سوسانو (لڑکا) پیدا ہوئے۔ یہ خاندان باقی اور بیشمار دیوتاؤں سمیت آسمان کے وسیع میدانوں میں سکونت رکھتے تھے۔ حکومت "امتراسو" (سورج دیوی) کی تھی۔ (کیونکہ سورج اور طوفان کے مقابلہ میں سورج کی فتح ہے۔ اس قسم کی روایات کثرت سے ملتی ہیں) "سوسانو" (طوفان کا دیوتا) بہت شریر تھا۔ ہمیشہ اپنی بہن کو تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک دن "امتراسو" ناراض ہو کر سماوی غاروں میں سے ایک غار میں گھس گئی۔ اور زمین و آسمان کو یکدم تاریک کر دیا۔ مضر اور بری ارواح نے نکل کر تباہی مچانا شروع کر دی۔ اس پر باقی دیوتا بہت متفکر ہوئے۔ اور انہوں نے سماوی دریا (Milky way) کے کنارے مشاورت قائم کر کے "امتراسو" کو غار سے نکالنے کی تدابیر سوچیں۔ آخر کار بڑی مشکل سے "امتراسو" غار سے باہر آیا۔ اور دنیا کو روشن کیا۔ مشاورت کے فیصلہ کے مطابق "سوسانو" آسمانی دنیا سے اتار دیا گیا۔

"سوسانو" صوبہ ازمو (Izumo) (جاپان) میں اترا۔ اور ایک مقامی دیوتا کی لڑکی سے شادی کی۔ جس سے "اوکونی نوشی" (Okuni Nushi) پیدا ہوا۔ اور وہ مرنے کے بعد اس گردونواح کا دیوتا بنا۔ اس کا مقبرہ (Kitsuki) "کتسوکی" صوبہ "شیمانے" میں ہے۔

اس کے بعد حکومت کا اصلی وارث "امتراسو" کا پوتا "نینیگی"۔ "کیوشو" "ھیوگا" کے "تکاچیہو" پہاڑ کی چوٹی پر آسمان سے اترا۔ اس زمانہ میں "اوکونی نوشی" جو کہ "ازمو" میں حکومت کرتا تھا۔ نے بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اپنی حکومت حقیقی وارث کے سپرد کر دی۔ اور خود آسمان کو واپس چلا گیا۔

"نینیگی" کے پرپوتے "جمو" جاپانی حکومت کے تاریخی بانی نے جاپانی حکومت کی بنیاد قائم کی۔ یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ موجودہ شاہی خاندان اسی زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ اور یہ زنجیر درمیانی زمانہ میں کبھی ٹوٹنے نہیں پائی۔ نیز یہ کہ یہ حکومت بلحاظ اس کے کہ انسانی قالب میں دیوتاؤں کی حکومت ہے۔ یا بلحاظ اس کے کہ "امتراسو اومی کامی" جدہ امجدہ کی دعا ہے۔ کہ یہ حکومت تا بقائے زمین و آسمان برقرار رہے۔ ہمیشہ ہمیش تک قائم رہے گی۔

شنتو ازم کے اس پہلو کی رو سے بادشاہِ وقت و دیگر افرادِ خاندان اور محل کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور ان کو دیوتا بشکل انسان یقین کیا جاتا ہے۔

تبلیغی رپورٹ مبلغین تحریک جدید بیرون ہند

بونس ایرس مشن

مولوی رمضان علی صاحب مکتوب محررہ ۱۸ر نومبر میں رقم فرما ہیں۔ کہ الحمد للہ یہاں اس سال قریباً تمام احمدی احباب اور بعض غیر احمدیوں نے بھی روزے رکھے۔ رمضان المبارک کے ایام میں درس القرآن جاری رہا۔ جس میں دیگر اسلامی مسائل بھی بیان کئے جاتے رہے۔ جمعۃ الوداع کو سیرت النبیؐ کا جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں قریباً تیس اشخاص شامل ہوئے۔ جن کی کھانے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔

۱۲ر نومبر کو یہاں عید تھی۔ جس میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا پچھلے سال کا خطبہ عید سنایا گیا۔ صدقۃ الفطر بھی جمع کیا گیا۔ جس میں سے کچھ ایک مرحوم احمدی کے اہل خانہ کو دے دیا گیا۔ بالآخر اپنے اور احباب جماعت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

سنگاپور مشن

مولوی غلام حسین صاحب ایاز سنگاپور سے مکتوب محررہ ۱۰ر نومبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک ڈاکٹر صاحب جو ایک پادری کے زیر تبلیغ تھے۔ اب خدا کے فضل سے احمدیت کے بہت قریب ہیں۔ پادری صاحب باوجود تین بار وعدہ کرنے کے ملاقات نہیں کرتے۔ جس کا ڈاکٹر صاحب پر بہت اثر ہے۔

علاوہ ازیں ایک چینا اور ایک ہندو آریہ کو تبلیغ کا خاص موقعہ ملا۔ ایک بار پاسر نیجنگ نامی گاؤں میں تبلیغ کے لئے گیا۔ اور اس کے علاوہ روزمرہ انفرادی تبلیغ کی جاتی ہے حضور اقدس سے اپنے اور یہاں کی جماعت کی ترقی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ خدا کے فضل سے مئی سے اب تک پانچ اشخاص داخل سلسلہ ہوئے ہیں

ہانگ کانگ مشن

چودھری محمد اسحاق صاحب مکتوب یکم نومبر اور ۲۴ر نومبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

(۱) عرصہ زیر رپورٹ میں علاوہ زبانی اور انفرادی تبلیغ کے ایک کتابی سائز ٹریکٹ An Advice to The Christian شائع کیا۔ اور اسے تقسیم کیا۔ ایک انگریز فوجی اعلےٰ افسر نے انگریزی ترجمۃ القرآن کا پہلا پارہ منگوایا۔ جو اسے پہنچا یا گیا۔ نیز انڈین کلب کے الیکشن کے سلسلہ میں کوشش کی۔ جو خدا کے فضل سے کامیاب اور نہایت مؤثر ثابت ہوئی۔

(۲) عرصہ زیر رپورٹ میں قریباً ۳۴ آدمی مکان پر آکر ملے۔ اور قریباً پچاس کو جا کر تبلیغ کی۔ کیتھولک کالج کے طلبار کو عیسائیت کے مقابلہ میں اسلامی تعلیم کی فضیلت ثابت کی۔

عید الفطر پر سوائے دو احمدی بھائیوں کے سب تشریف لائے۔ اور متفقہ طور پر پاس ہوا۔ کہ حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی سلور جوبلی کی مبارک تقریب پر مبارکباد اور اپنی حقیر خدمات پیش کی جاویں۔ چندہ تحریک جدید ۱۱۰/-/- روپیہ وصول کر کے محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کو بذریعہ بنک ارسال کیا۔

جاپان مشن

مولوی عبد الغفور صاحب ۶ر اکتوبر تا ۱۹ر اکتوبر کی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مسٹر تو دابدھ پادری سے ملاقات ہوئی۔ ایسا ہی مسٹر

سرمہ "رفیق بصارت" کے متعلق ایک تجربہ کار کی رائے

مخدومی خانصاحب زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپکا مرسلہ سرمہ "رفیق بصارت" میں نے آزمایا۔ حتی الوسع اسے اسم بامسمّٰی پایا۔ سرمہ مقوی بصر ہونے کے علاوہ دھند ککروں کے لئے بھی بےنظیر ثابت ہوا ہے۔ اب میں بفضلہٖ بغیر عینک کے بھی پڑھ سکتا ہوں۔ ورنہ پہلے تو دو ایک سطر پڑھنا بھی پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ مہربانی کر کے مجھے ایک روپیہ کا سرمہ اور بھیجدیجئے۔ اور ساتھ ہی معجون کچلہ بھی۔ کیونکہ وہ بھی اعصاب کے لئے بے مثال چیز ہے جزاکم اللہ۔ طبیہ عجائب گھر اس بات پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ کہ اسمیں ادویہ نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کی جاتی ہیں۔ بندہ تو آپ کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ والسلام۔ خاکسار عبد القیوم خواجہ بی۔ اے S.A.V سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لورالائی (بلوچستان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایوا گوچی بدھسٹ سے ملاقات ہوئی۔ دونوں سے بعض سوالات پوچھے۔ ڈاکٹر J. Khda سے ملاقات ہوئی۔ اسلام اور عورت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دیکھنے کی خواہش کی۔ Sea men Union کے ایک افسر سے ملاقات ہوئی۔ احمدیت کے متعلق متعدد سوالات پوچھے۔

بالآخر حضور سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ جاپان میں بھی احمدیت کو ترقی دے۔ (ناظم تبلیغ تحریک جدید بیرون ہند)

ویرووال افغاناں ضلع امرتسر میں اہلحدیث نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا

ایک گذشتہ پرچہ میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ ویرووال میں اہلحدیث کے نمائندہ سے شرائط مباہلہ طے ہوئیں۔ اور مباہلہ ۸ ردسمبر بعد نماز جمعہ قرار پایا تھا۔ شرائط کے مطابق تین دن تک اتمام حجت کے طور پر عیدگاہ ویرووال میں مقابلہ کے رنگ میں تقریریں ہوتی رہیں۔ فریقین کی طرف سے دس دس مباہلین کی شرط تھی۔ جس میں ہر شخص کے بیوی اور بچے بھی شامل تھے۔ نو بجے سے گیارہ بجے تک تقریروں کے اوقات مقرر تھے۔ اور یہ بھی شرط تھی۔ کہ تمام مباہلین معہ اہل و عیال کے تقاریر سنیں۔ ہماری طرف سے تمام مباہلین معہ مستورات حاضر ہوتے تھے۔ مگر ان کے کبھی دو غیر حاضر رہتے۔ کبھی تین۔ ہماری طرف سے خدا تعالےٰ کے فضل سے اتمام حجت کر دی گئی۔ لیکن مد مقابل کے مولوی صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کرنے کے سوا اور کچھ نہ کیا۔ مباہلہ کے لئے ۸ ردسمبر بعد نماز جمعہ تاریخ مقرر تھی۔ ہم عین وقت مقررہ پر اپنے اہل و عیال کو لیکر پہنچ گئے۔ وہ نظارہ ایک گذشتہ واقعہ کو یاد دلا رہا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ ایک مباہلین کی جماعت لے کر پہنچے تھے۔ اور وفد نجران مباہلہ سے فرار اختیار کر گیا۔ بعینہٖ اسی طرح ہمارے مقابلہ میں جب ان کے مباہلین میدان میں آئے۔ تو کچھ ایسے گھبرا گئے۔ کہ انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور بہانہ یہ بنایا۔ کہ ہم ایک سال کی شرط نہیں رکھتے۔ بلکہ خدا جب چاہے عذاب نازل کرے۔ ہم نے کہا۔ کہ وقت ضرور مقرر ہونا چاہیئے۔ تاکہ نشان بن سکے۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ ہم وہاں قریباً چار بجے تک بیٹھے رہے۔ لیکن جب انہوں نے مباہلہ سے صاف انکار کر دیا۔ تو ہم واپس آ گئے۔ اور وہ بھی چلے گئے۔ خاکسار غلام احمد ارشد۔

احمدی دیہاتوں گلیوں گھروں کی صفائی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے فرمان میں حکمت

جلسہ سالانہ ۱۹۳۸ء کے موقع پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ کہ ہمارے محلوں اور گاؤں اور گلی کوچوں میں ایک خاص امتیاز ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی آدمی غیر جگہ سے آئے۔ تو وہ دیکھتے ہی سمجھ جائے۔ کہ یہ احمدیوں کا محلہ یا گاؤں ہے اسکی صفائی اس رنگ میں ہو۔ کہ غیروں میں اس کا نمونہ نہ پایا جائے۔ گو ویسے بھی ہر شخص صفائی کو پسند کرتا ہے۔ مگر احمدیوں کا یہ فعل حضرت کے منشاء کو پورا کرنے والا ہوگا۔ نہیں نہیں بلکہ احمدی کا ایسا کرنا خدا تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ کہ اللہ تعالےٰ تواب اور صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

آج کل لوگ اصل حقیقت کو چھوڑ کر دیگر رسومات میں لگ گئے ہیں۔ قیمتی سے قیمتی کپڑا مختلف فیشنوں میں تیار کروایا جاتا ہے۔ حالانکہ صفائی سے مراد فیشن نہیں تھے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ یعنی اپنے ہاتھوں سے ہلاکت کے سامان خود پیدا نہ کرو۔ یہ آیت صاف گواہی دیتی ہے۔ کہ بہت سے ہلاکت کے اسباب خود انسان کے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ جب انسان فیشن میں پڑا۔ اور آمدنی کم ہوئی۔ اور اخراجات بڑھتے گئے۔ آخر ایک دن قرضہ کی ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے صفائی کی طرف توجہ دلائی تھی۔ خواہ بدنی صفائی ہو۔ یا دیگر صفائی جس کے کرنے سے انسان ہلاکت سے بچ جائے۔ بہت سے وبائی امراض ہوتے ہیں۔ جو صفائی نہ رکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس میں شک بھی کیا ہے۔ نمونتاً عرض ہے۔ کہ ہیضہ۔ ملیریا۔ اسہال پیچش۔ بخار یہ سب بیماریاں ایسی ہیں۔ جو کہ محض اپنی سستی اور نادانی سے اپنے جسم کپڑوں اور محلہ اور گلی کوچوں کو متعفن اور غلیظ رکھنے سے ہوتی ہیں۔ جب گاؤں وغیرہ میں کوڑا کرکٹ گلیوں میں پڑا ہوتا ہے اور گرمی کے موسم میں سخت گرمی ہوتی ہے تو جہاں بارش ہوئی۔ تو وہ چیزیں گل سڑ کر ہوا کو متعفن اور غلیظ کر دیتی ہیں۔ اسی طرح پانی نشیبوں میں بہ کر جو کہ گاؤں کے اندر یا باہر ہوتے ہیں۔ گندگی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس میں مچھر وغیرہ پیدا ہو کر ملیریا کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسے گندے پانی کنوؤں وغیرہ میں جذب ہو کر ہیضہ کے جراثیم پیدا کرتے ہیں۔ غرضیکہ یہ سب بیماریاں انسان خود سہیڑتا ہے۔ اور یہ محض اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ صفائی کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ اللہ تعالےٰ نے بارش کو ملیریا اور ہیضہ وغیرہ کا پیدا کرنے والا نہیں بنایا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وینزل علیکم من السماء ماءً لیطہرکم۔ یعنی بارش تمہیں اور تمہاری بستیوں کو پاک صاف کرنے کے لئے اتاری گئی۔ جب لوگ اپنے گلی کوچوں کو حتی المقدور صاف رکھیں گے۔ تو جو بارش ہو گی۔ وہ بقیہ تھوڑی بہت گندگی اٹھا لے جائے گی۔ اور شہر کی گلیوں اور بازاروں کو دھو ڈالے گی۔ اور گندگیوں کو دور شہر اور گاؤں سے باہر پھینکے گی۔

اگر دیہاتوں وغیرہ میں گوبر اور بچوں کے پاخانے وغیرہ کے ڈھیر گلیوں اور کوچوں میں لگے ہوئے ہوں۔ تو وہ بارش سے سڑیں گے۔ اور ہوا کو خراب اور متعفن کر دیں گے۔ جس کا نتیجہ لازمی وبائی بیماریاں ہوگا۔ پس میں احمدی دوستوں سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ وہ نہ صرف حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم پر عمل کر کے حضور کو اور خدا تعالےٰ کو خوش کر لیں۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی ہلاکت کے گڑھوں سے نکال لیں۔

خاکسار مولا بخش مجاہد تحریک جدید دیہاتی سکیم

طبیہ عجائب گھر کے چند خاص الخاص مجربات

(۱) روحِ نشاط۔ یہ بیش قیمت جواہرات سونا چاندی۔ عنبر مروارید وغیرہ اجزاء سے مرکب ہے۔ اس کا استعمال مردہ دلوں کے اندر روح زندگی پیدا کرتا ہے۔ اور قلبی عوارض کو دور کر کے طبیعت میں نئی جولانی امنگ اور بشاشت پیدا کرتا ہے۔

(۲) بسنت مالتی رس۔ ویدک طب کی ایک مایۂ ناز چیز ہے۔ جو سونا۔ چاندی۔ مروارید وغیرہ سے کئی ماہ کی محنت شاقہ سے تیار کی جاتی ہے۔ روح نشاط کے ساتھ اس کا استعمال نور علیٰ نور ہے۔ اور اس کا علیحدہ استعمال بھی قلبی امراض۔ ضعف۔ سنگرہنی اسہال اور بخار وغیرہ امراض میں بیحد نافع ہے۔

(۳) کیمیائے عشرت۔ امساک کے لئے خاص چیز ہے۔ اسکے اجزاء میں گولڈ کلورائیڈ۔ عنبر زعفران وغیرہ شامل ہیں۔ قوت کو بڑھاتی ہے۔ اور طبیعت میں سرور پیدا کرتی ہے۔ زیادہ تعریف مناسب نہیں۔ استعمال کر کے دیکھیں۔

(۴) زود جام عشق۔ یہ وہی شہرۂ آفاق نسخہ ہے۔ جو رؤساء اور امراء استعمال کرتے ہیں تفصیلی بیان کی گنجائش نہیں۔ اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی دوا ہو۔ آزما کر دیکھیں۔ کئی شہادتوں میں سے صرف ایک ملاحظہ کریں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب فرماتے ہیں:-

"میں طبیہ عجائب گھر سے ایک عرصہ سے ادویہ وغیرہ لیتا رہا ہوں۔ جہانتک میرا تجربہ ہے مالک طبیہ عجائب گھر نہایت شوق۔ محنت اور دیانتداری سے ادویہ تیار کرتے ہیں۔ اور پوری کوشش سے خالص اور اعلےٰ درجہ کے مفردات مہیا کرتے ہیں۔ یونانی اور ویدک ادویہ یہاں سے نہایت اعلےٰ درجہ کی مل سکتی ہیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو دوست بھی ان سے ادویہ خرید فرمائیں گے۔ وہ ہر طرح سے مطمئن ہوں گے۔ خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے متعدد نسخہ جات اعلیٰ درجہ کی ادویہ سے تیار کئے جاتے ہیں"

فہرست مفت طلب کریں۔

پروپرائٹر طبیہ عجائب گھر (رجسٹرڈ) قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ر دسمبر ۳۹ء

خلافت جوبلی کے موقعہ پر جلوس اور چراغاں

فرمودہ حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اخبارات میں مختلف اعلانات

خلافت جوبلی کے متعلق

نکل رہے ہیں۔ ان اعلانات کے پڑھنے کے بعد میں بعض باتیں کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں میں نے مجلس شوریٰ کے موقعہ پر بھی ان باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ مگر انسان کی فطرت ایسی ہے۔ کہ وہ نقل کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ بہ نسبت عقل کے۔ کیونکہ نقل کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اور عقل سے کام لینا مشکل ہوتا ہے۔ یہ زمانہ

عیسائیت کے فروغ کا زمانہ

ہے۔ وہ قومیں جو آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہیں ان میں مظاہرے کرنے کی عادت زیادہ ہوتی ہے۔ اور جن کو یکدم غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ چونکہ حقیقت سے آشنا ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور مقصود ان کو مل چکا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو مظاہروں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ جو ماں باپ بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ انہیں ان کی تصویریں رکھنے کا شوق اتنا نہیں ہوتا۔ لیکن جن کے بچے ان سے دور ہوتے ہیں۔ انہیں تصویروں کی طرف زیادہ خیال ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اصل انسان کے سامنے نہ ہو۔ تو وہ نقل سے دل بہلانے کی کوشش کرتا ہے۔ جن قوموں کو خدا مل جاتا ہے۔ وہ بتوں اور بت خانوں کی طرف توجہ نہیں کرتیں۔ لیکن جن کو خدا نہیں ملا ہوتا۔ وہ بتوں اور بت خانوں کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں۔ کیونکہ کچھ نہ کچھ

خدا تعالےٰ کا نقشہ

ضرور چاہیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو قریب عرصہ میں خدا تعالےٰ نے وہ باتیں دلادیں۔ جو ان کے اور ان کی قوم کے متعلق موعود تھیں۔ اسلیئے ان کی قوم میں ایسے مظاہروں کی طرف توجہ نہ تھی۔ عیسائیوں کو ایک لمبے عرصہ کے بعد وہ باتیں حاصل ہوئیں۔ اسلیئے وہ درمیانی زمانہ میں مظاہرے کرتے رہے کیونکہ کچھ نہ کچھ تو دل خوش کرنے کے لئے ہونا چاہیئے۔ پھر

مسلمانوں کو ان کے موعود انعامات

بہت ہی تھوڑے عرصہ میں حاصل ہو گئے۔ کہ حضرت موسیٰ ؑ کی قوم کو جتنے وقت میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے ایک تہائی زمانہ میں انہوں نے کامیابیاں دیکھ لیں۔ اسلیئے ان کو بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کہ ایسے مظاہرے کرتے۔ اور نقلیں کرتے۔ ہمارا زمانہ بھی عیسوی زمانہ کے نقش قدم پر ہے۔ اور اس کے لئے آہستہ آہستہ ترقی موعود ہے۔ اسلیئے ہمارے لوگوں میں بھی لازماً گدگدی پیدا ہوتی ہے۔ کہ اگر ابھی فتح دور ہے۔ تو فتح کے زمانہ کی نقل تو بنائیں۔ ہندوؤں میں بعض قومیں مثلاً کھابڑے ایسے ہوتے ہیں جو گوشت کبھی نہیں کھاتے۔ اور اس بارہ میں بڑی احتیاط کرتے ہیں۔ مگر چونکہ اپنے ہمسائے میں ان کے کانوں میں ایسی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ کہ ذرا ایک بوٹی اور دینا۔ یا یہ کہ آج کباب بنائے ہیں۔ اور پھر گوشت کی خوشبو بھی آتی ہے۔ اسلیئے ان میں سے بعض کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ جب گوشت کا بہت شوق پیدا ہو۔ تو بڑیاں بنا لیتے ہیں اور پھر ان کو ہی بوٹیاں فرض کر لیتے ہیں۔ اور آپس میں کہتے ہیں۔ کہ ایک بوٹی مجھے بھی دینا۔ ذرا شوربا اور ڈال دینا وغیرہ اور اس طرح وہ بڑی کو بوٹی کہہ کر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لڑکیوں کو دیکھ لو۔ خدا تعالےٰ نے ان کی

فطرت میں اولاد پیدا کرنا

اور اس سے محبت کرنا رکھا ہوتا ہے۔ مگر ابھی ان کی عمر اتنی نہیں ہوتی۔ کہ ان کی شادی ہو۔ اور اولاد ہو۔ اسلیئے وہ گڑیا بنا لیتی ہیں۔ اور اسی سے پیار کرتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ لاؤ اسے دودھ دیں۔ میری بچی روتی کیوں ہے۔ وغیرہا وغیرہا۔ یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہوتا ہے۔ مگر زمانہ ابھی آیا نہیں ہوتا۔ اسلیئے وہ ایسی باتوں سے ہی دل بہلا لیتی ہیں۔ میں ڈرتا ہوں۔ بلکہ میں اس کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ کہ اس قسم کے نقص جماعت میں پیدا نہ ہو جائیں۔ مظاہرات کی طرف طبیعت فطرتاً مائل ہوتی ہے۔ اور لوگ چاہتے ہیں۔ کہ چراغاں کیا جائے۔ اور جلوس نکالے جائیں۔ چاہے کتنی قیدیں لگا دو۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ایسا کر ہی لیا جاتا ہے۔ یہاں خلافت یا خلافت جوبلی کا سوال نہیں۔ بلکہ اہم سوال یہ ہے۔ کہ ہم نے

اسلام کی تعلیم

کو قائم رکھنا ہے۔ خلافت تو الگ رہی۔ نبوت بھی اسلامی تعلیم کے تابع ہے۔ کیونکہ اسلام دائمی صداقت کا نام ہے۔ اور ہر عقلمند یہ تسلیم کرے گا۔ کہ دائمی صداقت انبیاء پر بھی بالا ہے۔ دائمی صداقت کو انبیاء کے لئے قربان نہیں کیا جاتا۔ بلکہ انبیاء اس کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے لئے قربان کی جاتی ہے۔ اعلیٰ ادنیٰ کے لئے نہیں۔ قرآن کریم نے یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جان خطرہ میں ہو۔ تو توحید کو قربان کر دیا جائے۔ صداقت اور حق کو قربان کر دیا جائے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ اے محمدؐ قرآن کی خاطر تو اپنے آپ کو قربان کر دے۔ پس

صداقت انبیاء سے بھی بالا چیز ہے

انسان خواہ وہ نبی ہو۔ یا نبیوں کا سردار بہرحال صداقت کے تابع ہے۔ جہاں تک صداقت کی اشاعت کا تعلق ہوتا ہے۔ نبی بے شک بمنزلہ سورج کے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے ذریعہ صداقت قائم ہوتی ہے۔ صداقت کو شہرت اور عزت ان کے ذریعہ ہی ملتی ہے۔ اسلیئے تمثیلی طور پر اللہ تعالےٰ ان کو سورج بھی قرار دیتا ہے ورنہ حقیقتاً وہ قمر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء الحق یعنی خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں جو اصل صداقت ہے۔ قمر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو سورج کہنا ایسی ہی بات ہے۔ جس طرح ماں باپ کی عزت ہر مذہب میں ضروری ہے۔ اور اسلام نے تو اس پر زیادہ زور دیا اور فرمایا ہے۔ کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہے۔ کہ ان کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ مگر باوجود اس کے ماں باپ اپنے بچے کو کہتے ہیں۔ کہ میں قربان جاؤں۔ واری جاؤں۔ ان کا یہ کہنا مقام کے لحاظ سے نہیں ہوتا بلکہ

اظہار محبت کے لئے

ہوتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کبھی شمس بھی کہلاتے ہیں۔ مگر اصل مقام ان کا الحق کے مقابلہ میں قمر کا ہی ہوتا ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے۔ جیسے کسی دن جب جوّ بالکل صاف ہو۔ مطلع بالکل ابر آلود نہ ہو۔ چاند چودھویں کا ہو۔ اور وہ تمام باتیں جن سے روشنی تیز ہوتی ہے۔ موجود ہوں۔ تو کوئی شخص کہے۔ کہ آج چاند کیا ہے۔ سورج ہے۔ اس کے معنے یہی ہوں گے۔ کہ آج چاند سورج سے اتنا مشابہ ہے۔ کہ اس کا دوسرا نام رکھنا ٹھیک نہیں۔ اسلیئے بالکل وہی نام دینا چاہیئے۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے مواقع پر ہمیشہ شریعت کی حفاظت اور اسے سب باتوں پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ جلوس وغیرہ

اسلام میں ثابت نہیں

ہیں۔ یعنی ایسے جلوس جیسے آج کل نکلتے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ دوسرے شہروں میں جو جلوس وغیرہ نکلتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں قادیان کے جلوس اسلامی جلوس کے سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی مجھ پر یہ اثر ہے۔ کہ قادیان میں جو جلوس نکلتے ہیں۔ وہ بھی خالص اسلامی جلوسوں کے مشابہ نہیں ہیں۔ اسلام کے زمانہ میں ہمیں یہ تو نظر آتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کے عمل سے یہ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت مسلمین جمع ہو کر خاص بازاروں میں سے گزر رہی ہے۔ اور جب لوگ ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں۔ تو کسی تکلف کے بغیر ایک دوسرے کو بلند آواز سے سلام کہتے ہیں۔ یا تکبیر و تحمید کرتے ہیں۔ مگر کہ ایک شعر پڑھتا ہے۔ اور دوسرے اس کے پیچھے لپکتے جاتے اور وہی شعر پڑھتے ہیں۔ یہ کہیں سے ثابت نہیں۔ میں تو خیال کیا کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی مجھے ایسا کرنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے لئے کہے۔ اگر تو وہ حاکم مذہب ہو۔ جس کی اطاعت ضروری ہے۔ تو اور بات ہے۔ ورنہ میں کبھی ایسا نہ کر سکوں۔ میری فطرت اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے تو یہ جلوس دیکھ کر بچپن کا وہ زمانہ یاد آجاتا ہے۔ جب بچے اکٹھے ہو کر کھیلا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی کمر کو پکڑ کر کہتے تھے۔ کہ ہم بکرا لینے آئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اس سے منع کیا ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ اسی طرح کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر سنجیدگی سے کام لیا جائے۔ تو ایسے موقعہ پر

دل میں ذکر الٰہی

کرنا چاہیئے۔ ہاں جیسا کہ سنت ہے۔ جب کوئی دوسری جماعت سامنے آتی ہوئی نظر آئے۔ تو تکبیر اور تسبیح و تحمید کرنی چاہیئے۔ اسلام بے شک شعر بلند پڑھنے اور سننے کی اجازت دیتا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ ثابت ہے۔ مگر

اس قسم کا کورس

میں نے اسلام میں کہیں نہیں دیکھا۔ ذکورس سے مشابہ ایک صورت اسلام میں ہے۔ اور وہ امام کے پیچھے آمین کہنے کی ہے۔ اسی طرح بعض آیات قرآنیہ کے جواب میں بعض فقرات کہے جاتے ہیں۔ لیکن یہ اول تو نماز میں ہوتا ہے۔ دوسرے نماز میں اور خاص سنجیدگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بازاروں میں اس طرح کرتے پھرنے کی مثال پر۔ اور شعر پڑھ پڑھ کر الیا کرنے کے متعلق میں اس وقت بات کر رہا ہوں۔ اور اسکی مثال مجھے نہیں ملی) حالانکہ جہاں تک کوشش ہو سکتی ہے۔ میں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ بہت لمبا اور گہرا کیا ہے۔ اگر کسی اور کو اسکی کوئی مثال معلوم ہو۔ تو وہ مجھے بتا دے۔ میں تسلیم کر لوں گا۔ مجھے اسلامی تاریخ میں یہ تو ملتا ہے۔ کہ عورتیں مل کر شعر پڑھتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے۔ تو ان کے استقبال کے لئے عورت مرد نکلے۔ اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آئے۔ تو انہوں نے شعر بھی پڑھے۔ مگر یہ اس زمانہ کی بات ہے۔ جب اہل مدینہ اسلام سے اچھی طرح واقف نہ تھے۔ اس وقت عورتوں نے جو شعر پڑھے۔ وہ اس طرح شروع ہوتے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع

یعنی آج ہم پر

چودھویں رات کا چاند

فلاں گوشے سے طلوع ہوا ہے۔ یہ سب لوگ استقبال کے لئے باہر نکلے تھے۔ اور جب آپ کو دیکھا۔ تو یہ شعر پڑھنے لگے۔ مگر یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ان لوگوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اچھی طرح دیکھا بھی نہ تھا۔ بلکہ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ان لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا۔ کہ اگر آپ پر کوئی دشمن مدینہ میں حملہ آور ہوگا۔ تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن اگر آپ مدینہ سے باہر لڑنے جائیں۔ تو ہم پر کوئی ذمہ واری نہ ہوگی۔ مگر اس سے زیادہ پھر بھی ثابت نہیں۔ کہ لوگوں نے جمع ہو کر شعر پڑھے۔ یہ ثابت نہیں۔ کہ تکلف کے ساتھ ایک پہلے شعر پڑھتا ہے۔ دوسرے اس کے پیچھے بھٹکتے جاتے ہیں۔ اور بعد میں اس کے شعر کو یا اس کے ٹکڑے کو دُہرا دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود

شعر پڑھوا کر

سنتے تھے۔ بعض بیوقوف اس پٹھان کی طرح جس نے کہہ دیا تھا۔ کہ خوہ محمدؐ صاحب کا نماز خراب ہو گیا۔ اسکو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود کہہ کہہ کر بعض دفعہ شعر پڑھواتے تھے۔ جہاد کو جاتے ہوئے خوش الحانوں سے کہہ کر شعر پڑھوانا تو حدیثوں میں کثرت سے ثابت ہے۔ پھر حدی خوانی تو عربوں کی مشہور ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس سے منع نہیں فرمایا۔ اونٹ شعر پر عاشق ہوتا ہے۔ اور اسے سنکر تیز چلتا ہے۔ تو اس قسم کی

شعر خوانی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجالس میں

ثابت ہے۔ اپنے بے تکلف دوستوں کی مجالس میں میں بھی بچپن میں شعر پڑھ لیا کرتا تھا۔ اب تو گلے کی تکلیف کی وجہ سے خوش آوازی ہی باقی نہیں رہی۔ شعر کیا پڑھنا ہے۔ اور اگر ہو بھی۔ تو مجلس میں شعر پڑھنے سے مجھے حجاب ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ میری

فطرت کے خلاف

ہے۔ بچپن میں میں پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن جس طرح یہاں جلوسوں میں کہا جاتا ہے۔ اس طرح نہ میں نے کبھی کیا ہے۔ اور نہ میری فطرت اسے برداشت کر سکتی ہے۔ ہاں بعض بعض احادیث حدیثوں سے ثابت ہیں۔ ان کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں شعر بھی ہوتے تھے۔ اور پڑھے بھی جاتے تھے۔ اور وہی طریق اب تم بھی اختیار کر سکتے ہو۔ مگر آپ کے فعل پر زیادتی کی کیا ضرورت ہے۔

جلوس کی صورت میں جمع ہو کر چلنا

ثابت ہے۔ اور پھر یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جب دو جماعتیں آپس میں ملیں۔ تو بلند آواز سے تکبیر یا تسبیح و تحمید بھی کریں۔ عید کے موقع پر بھی ایسا کرنے کا حکم ہے۔ اور ہم کرتے ہیں۔ مگر یہ جلوس نکالنے والے عید پر تکبیر اور تسبیح و تحمید نہیں کرتے۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ عید کے روز بھی یہ اسی طرح بلند آواز سے تکبیر اور تسبیح و تحمید کہتے ہوئے جائیں۔ میرا گلا خراب ہے۔ میں خوش الحانی کے طور پر صرف اونچی آواز نکال سکتا ہوں ہلکی نہیں نکال سکتا۔ اور آہستہ تلاوت کرنا چاہوں۔ یا شعر پڑھنا چاہوں۔ تو آواز مُنہ میں ہی رہ جاتی ہے۔ یا تو آواز بالکل چھوٹی نکلے گی۔ یا بہت بڑی۔ مگر پھر بھی میں کوشش کر کے بڑی عید کے موقعہ پر جب ایسا کرنے کا حکم ہے۔ تکبیر اور تسبیح و تحمید کرتا ہوں مگر یہ جلوس نکال کر شور کرنے والے چپ کر کے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ پس اگر اس رنگ میں جو کہ میں نے بتایا ہے۔ اور جو

اسلامی جلوس کا رنگ

ہے۔ کر لیا جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح ذکر الٰہی کی کثرت ثواب کا بھی موجب ہے۔ اور دوسرے اگر نقل کریں۔ تو ان کے دلوں میں بھی خدا کی بڑائی پیدا ہو گی۔ اور پھر ان کو بھی ثواب ہوگا۔ لیکن جس طرح یہاں عام طور پر جلوس نکالے جاتے ہیں۔ ان کا ثبوت اسلامی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اسی طرح

چراغاں کا سوال

ہے۔ مجھ سے میری ایک لڑکی نے سوال کیا اس نے کہا۔ میں نے اپنے فلاں عزیز سے پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ مجلس شوریٰ میں حضرت امیر المؤمنین نے چراغاں کرنے سے جماعت کو منع کیا تھا۔ افراد کو نہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ درست ہے۔ اس قدر بات بالکل درست تھی۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے۔ کہ میں نے افراد کو منع نہیں کیا تھا۔ مگر اس وقت افراد کا سوال ہی تو پیش نہ تھا۔ پھر اس کے بعد یہ بازگشت میرے کانوں میں آنی شروع ہوئی۔ کہ افراد بے شک چراغاں کریں۔ حالانکہ شوریٰ کے موقعہ پر جماعت کو منع کرنے کے یہ معنی نہیں تھے۔ کہ افراد بے شک کریں۔ اس وقت چونکہ جماعت ہی کے بارہ میں مجھ سے سوال کیا گیا تھا۔ میں نے اتنا ہی جواب دے دیا۔ افراد کے متعلق نہ مجھ سے پوچھا گیا۔ اور نہ میں نے بتایا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک بڑھیا عورت آئی۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھی۔ اس کے ساتھ بوجہ اس کے کہ وہ عمر میں بڑی تھی۔ آپ اس قسم کی بے تکلفی فرما لیتے تھے۔ جیسا کہ بڑوں سے انسان کر لیا کرتا ہے۔ اس نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ کیا میں جنت میں داخل ہوں گی۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گی۔ درحقیقت اس کا سوال بیوقوفانہ تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا پتہ کہ کون جنت میں داخل ہوگا۔ پس آپ نے سوال کے رنگ میں ہی جواب دیا۔ اور فرمایا۔ کہ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جنت میں سب جوان ہوں گے۔ آخر

جنت کی نعماء

حظ اٹھانے کے لئے ہیں۔ اور اگر نہ مُنہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت ہو۔ کمر جھکی ہوئی ہو۔ آنکھیں بصارت کھو چکی ہوں۔ تو جنت کی نعماء سے انسان کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پس آپ کا جواب بالکل درست تھا۔ اور سوال کے مطابق الفاظ میں دیا گیا تھا۔ اس عورت نے نہ غور کیا۔ اور نہ آپ سے پوچھا۔ بلکہ یہ بات سنتے ہی رونے لگ گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ تم روتی کیوں ہو۔ اس نے کہا۔ اسلئے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ تو جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔ کہ تم داخل نہیں ہوگی۔ میں نے تو کہا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ کوئی بڑھیا داخل نہیں ہو سکے گی۔ اور یہ صحیح بات ہے۔ کیونکہ جنت میں سب جوان ہو کر داخل ہوں گے۔ تو اسی رنگ میں اپنی لڑکی کو جواب دیا۔ اور کہا۔ کہ میں نے افراد کو چراغاں سے منع نہیں کیا تھا۔ میرا مطلب یہ تھا۔ کہ شوریٰ میں سوال ہی جماعت کا تھا۔ ورنہ مذہبی خوشیوں کے مواقع پر

چراغاں شریعت سے ثابت نہیں

ہاں عیسائیوں سے ثابت ہے۔ بعض نقال کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بادشاہ کی جوبلی پر چراغاں کیا۔ مگر بادشاہ کی جوبلی پر تو میں بھی کرنے کو تیار ہوں۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ کیا خلافت جوبلی پر بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ ہمیں کئی ہندو ملتے ہیں۔ اور ہاتھ سے سلام کرتے ہیں۔ اور جواب میں ہم بھی اس طرح کر دیتے ہیں۔ مگر مسلمان کو تو اس طرح نہیں کرتے۔ بلکہ اسے تو السلام علیکم کہتے ہیں۔ تو جن چیزوں کی حرمت ذاتی نہیں بلکہ نسبتی ہے۔ بلکہ حرمت ہے ہی نہیں۔ صرف کراہت ہے۔ اسے ہم اپنے لئے تو اختیار نہیں کر سکتے۔ ہاں دوسرے کے لئے کرنے کو تیار ہیں۔ جب ترکی سفیر حسین کامی یہاں آیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک خاص آدمی بھیجکر لاہور سے اس کے لئے سگریٹ اور سگار منگوائے۔ کیونکہ قرآن کریم میں تمباکو کا ذکر نہیں آتا۔ صرف قیاس سے اسکی کراہت ثابت کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس سے کراہت کرتے تھے۔ مگر مہمان کے لئے لاہور سے منگوائے۔ اسی طرح چراغاں اپنی ذات میں بے شک منع نہیں۔ سب لوگ اپنے گھروں میں لیمپ یا دیئے وغیرہ جلاتے ہیں۔ اسلئے غیروں کی دلجوئی اور انہیں خوش کرنے کے لئے ان کی کسی تقریب پر چراغاں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اب بھی اگر

بادشاہ یا حکومت کی کوئی تقریب

ہو۔ اور وہ کہے۔ کہ چراغاں کرو۔ تو ہم کر دینگے کیونکہ حکومت کی عزت ہم پر خدا تعالےٰ کی طرف سے واجب ہے۔ اور ایسا کر دینے سے ہمارا خدا بھی ہم سے خوش ہوگا۔ اور حکومت بھی۔ مگر یہی بات ہم اپنی کسی مذہبی تقریب پر اختیار نہیں کر سکتے۔ اگر تو حکم کے ماتحت چراغ جلاتے ہیں۔ تو ہمیں ثواب بھی پہنچتا ہے۔ کہ ہم نے حکم مانا۔ یہ جلانا ضائع نہیں جائے گا۔ ورنہ یوں کسی غریب کو روٹی کھلا دینا اس سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ کہ انسان گھر میں پندرہ بیس دیئے جلا لے۔ دیئے جلانے میں کم سے کم ڈیڑھ دو آنہ کا تیل تو ضائع ہوگا۔ اور اتنے پیسوں میں دو غریبوں کا جو فاقہ سے تڑپ رہے ہوں پیٹ بھرا جا سکتا ہے۔ بتاؤ یہ اچھا ہے۔ کہ دیئے جلا کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا لی جائے۔ یا کسی غریب کا پیٹ بھر کر اللہ تعالےٰ کو خوش کیا جائے۔ تو چراغاں کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور نہ اس کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ شریعت نے صدقہ کا حکم دیا ہے۔ اور اس سے کئی فوائد بھی ہیں۔ اس طرح کئی لوگوں کی طرف جن کا ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا۔ توجہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر دوسرے کی مصیبت اور اپنی خوشی کے موقع پر اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ پس ایسی تقریبات کے موقعہ پر ہمیں خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ یورپین لوگوں کی نقل نہ ہو۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نقل ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کے متعلق فرمائیگا کہ ان کو جنت میں اعلےٰ انعام دو۔ میں بھوکا تھا۔ انہوں نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں ننگا تھا۔ انہوں نے مجھے کپڑے پہنائے۔ وہ لوگ استغفار پڑھیں گے اور کہیں گے۔ یا الٰہی یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ تو بھوکا پیاسا یا ننگا ہو۔ اور ہم کنگال کیا حیثیت رکھتے تھے۔ کہ تجھے کھانا کھلاتے۔ یا کپڑے پہناتے۔ مگر اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ کہ نہیں تم نے ایسا ہی کیا۔ جبکہ میرے غریب بندے بھوکے تھے۔ اور تم نے ان کو کھانا کھلایا۔ وہ پیاسے تھے۔ تم نے انہیں پانی پلایا۔ وہ ننگے تھے۔ اور تم نے انہیں کپڑے پہنائے غور کرو۔ یہ

کتنا عظیم الشان درجہ

ہے۔ جو غریبوں کو کھانا کھلانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور خوشیوں کو ایسے رنگ میں منانے سے ہو سکتا ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ مگر تیل خرچ کر دینے پر خدا تعالےٰ کیا کہہ سکتا ہے۔ کیا وہ کہے گا۔ کہ ان میرے بندوں کو جنت میں اعلےٰ درجہ کے انعام دو۔ کیونکہ یہ بازار سے تیل خرید کر لائے۔ بہت سے دیئے جلائے۔ اور اس طرح اپنی آنکھیں تو خوش کر لیں۔ مگر میرے کسی بھوکے اور پیاسے بندے کی خبر نہ لی۔ یہ فقرہ اللہ تعالیٰ کی زبان پر سجتا نہیں۔ مگر وہ دوسرا فقرہ تو دل کو لگتا ہے۔ اور اس سے ایسا درد پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہر انسان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح اسے خدا تعالیٰ سے اپنے لئے سُن لے۔ مگر یہ تو ایسا ہے۔ کہ نہ اسے کان برداشت کر سکتے ہیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ کی زبان سے زیب دیتا ہے۔ پس جو کرنا چاہو۔ کرو۔ لیکن

شریعت کے مطابق

کرو۔ اور ایسے رنگ میں کرو۔ کہ دنیا بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے۔ جب تمہارے کام دنیا کے لئے مفید بن جائیں گے۔ تو خدا تعالےٰ دنیا کے دوسرے کاموں کو بھی تمہارے لئے مفید بنا دے گا۔ جب تم لوگوں کے لئے اپنے کاموں کو مفید بناؤ گے تو خدا تعالےٰ دوسروں کے کام تمہارے لئے مفید بنا دے گا۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ اور جس کے لئے اب میں ایک دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ یہ ہے۔ کہ جلسہ سالانہ کے دن قریب ہیں۔ اس کے لئے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اپنی خدمات اور مکانات بھی پیش کریں۔ جن کے دلوں میں یہ جوش اٹھتا ہے۔ کہ جوبلی کے موقعہ پر شعر پڑھتے ہوئے چلتے جائیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ جلسہ پر آنے والوں کے لئے مکان بھی خالی کر کے دیں۔ اور اپنی خدمات بھی پیش کریں۔ پس اگر جوبلی کے موقعہ پر خوشی منانا چاہتے ہو۔ تو اس کا بہترین طریق یہی ہے۔ کہ غرباء کو کھانا کھلاؤ۔ مکانات خالی کر کے مہمانوں کے لئے پیش کرو۔ اور اپنے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں فارغ کر کے خدمات کے لئے پیش کرو۔ یہ تو ٹھیک نہیں۔ کہ تم لوگوں کے لئے اعلان تو یہ کرو۔ کہ آجاؤ۔ آجاؤ۔ اور اگر وہ آجائیں۔ تو نہ ان کے رہنے کے لئے کوئی مکان ملے۔ اور نہ کوئی خدمت کرنے والا ہو۔ لوگ آئیں۔ اور یہاں ان کے لئے نہ رہائش کا انتظام ہو۔ اور نہ کوئی پوچھنے والا ہو۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ کہ یہ کتنے بے حیا لوگ ہیں پہلے تو شور کر رہے تھے۔ کہ آؤ آؤ اور اب آئے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ تم سے کوئی جان پہچان ہی نہیں۔ جب لوگ زیادہ آئینگے تو ان کے کھانے پینے کے لئے بھی زیادہ اشیاء درکار ہوں گی۔ مکان بھی زیادہ درکار ہونگے اور خدمت کرنے والے بھی زیادہ چاہئیں۔ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ منتظمین کا یہ خیال کہ اس موقعہ پر بہت زیادہ رؤسا آئیں گے۔ اور سینکڑوں غیر احمدی امراء شامل ہوں گے۔ صحیح نہیں۔ تمہارے دلوں میں بے شک خلافت اور

خلافت جوبلی کی عزت

ہو گی۔ مگر دوسروں کے نزدیک اسکی کیا عزت ہو سکتی ہے۔ پندرہ بیس غیر احمدی رؤساء تو ممکن ہے رونق دیکھنے کے لئے آجائیں۔ یا ممکن ہے کچھ احمدیوں کے دوست آجائیں۔ مگر یہ کہ ہزاروں دوڑے چلے آئیں گے۔ غلط ہے۔ ان کے نزدیک خلافت جوبلی کی نہ کوئی قیمت ہے۔ اور نہ اہمیت۔ ایاز قدر خود بشناس۔ آج تمہاری کیا حیثیت ہے۔ کہ بڑے بڑے لوگ دوڑے چلے آئینگے۔ آج اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو بے شک تمہاری قدر ہے۔ مگر بڑے لوگوں کے نزدیک کوئی نہیں۔ آج تو بعض جگہ ایک نمبردار بھی تمہارے پاس سے گزرتا ہے۔ تو ناک چڑھا کر کہہ دیتا ہے۔ کہ یہ بے حیثیت لوگ ہیں۔ مگر تم سمجھتے ہو۔ کہ تمہاری بڑی اہمیت ہے۔ آج صرف

خدا تعالیٰ کے گھر میں تمہاری اہمیت

ہے۔ اسلئے تم اسی کی طرف توجہ کرو۔ جس کے گھر میں تمہاری عزت ہے۔ اسی پر نگاہ رکھو۔ دنیا داروں کے نزدیک ابھی تمہاری عزت کوئی نہیں۔ بے شک ایک دن آئے گا۔ جب ان کے نزدیک بھی عزت ہوگی۔ اور اس وقت یہ لوگ بھی کہیں گے۔ کہ ہم تو ہمیشہ سے ہی اس طرف مائل تھے۔ مگر ابھی وہ دن نہیں آیا۔ اس کے لئے ابھی بہت زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے۔ جب وہ کرو گے۔ تو وہ دن آئے گا۔ اور اس وقت بادشاہ بھی تمہاری طرف مائل ہوں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ ہم تو بچپن سے ہی اس طرف مائل تھے۔ محض اتفاق ہے۔ کہ اب تک اس طرف نہ آسکے۔ اب تو معمولی نمبردار بھی ناک چڑھا کر گذر جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اور کون نہیں۔

(الفضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمدردانِ "فاروق" سے نہایت ضروری عرضداشت

میں سب سے پہلے اس قادر توانا ذوالجلال والاکرام رحمان ورحیم خدا کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جس نے اپنے فضل سے مجھے یہ توفیق بخشی۔ کہ میں فاروق کو نہایت باقاعدگی کے ساتھ تاریخ مقررہ پر شائع کرسکا۔ اس کے بعد میں اپنے سیدو مولیٰ ومحسن حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا شکرگذار ہوں۔ کہ حضور نے فاروق کو اپنی خاص توجہ سے اس قابل بنادیا۔ کہ اسکی اشاعت ایک ہزار اس سال میں ہوگئی۔ گو حضور نے فرمایا۔ کہ یہ اشاعت بہت کم ہے۔ فاروق کی موجودہ حالت اور اسکی نہایت کم چندہ اڑھائی روپیہ سالانہ قیمت اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ اسکی اشاعت چار ہزار تک ہوجاتی۔ مگر احباب نے ابھی اس طرف پوری توجہ نہیں کی۔ جس کی وجہ سے اشاعت کم رہی۔ امید ہے۔ کہ جلسہ کے موقعہ پر احباب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کے مندرجہ ذیل ارشاد کو پورا کرنے میں پوری کوشش کریں گے۔ جو کہ حضور نے فاروق کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ:۔

"احباب کوشش کریں۔ کہ فاروق زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت میں پھیل جائے"۔

اب جبکہ جنگ کی وجہ سے ہر چیز کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اور کاغذ کی قیمت دگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اسی طرح چھپوائی کی اجرت میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ جس کو مدنظر رکھتے ہوئے دو ہی صورتیں فاروق کے واسطے ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ اس کا چندہ اسی نسبت سے زیادہ کردیا جائے۔ جو بجائے ڈھائی روپیہ سالانہ کے کم سے کم تین روپیہ سالانہ ہو۔ یا دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے۔ کہ فاروق کے صفحات بجائے ۱۲ کے ۸ کردیئے جائیں۔ لیکن یہ ہر دو تجویزیں میں پسند نہیں کرتا۔ پہلی اسلیئے کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی زبان مبارک سے اس کا چندہ **اڑھائی روپیہ سالانہ** تجویز فرمایا تھا۔ میں اسکو بڑھانا نہیں چاہتا دوسری تجویز پر عمل کروں۔ تو مضامین جو کہ ضروری اور تبلیغی اور علمی معلومات پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ شائع نہیں ہوسکیں گے۔ اور صرف خطبہ جمعہ ہی نکلا کرے گا۔ پس میں محض خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے نہ چندہ بڑھاتا ہوں۔ نہ صفحات کم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ اسی سائز اور کاغذ اور اسی کم چندہ پر فاروق کو جاری رکھوں گا۔ بلکہ میں حسب منشاء امیر المؤمنین ایدہ اللہ ممکن ہو۔ تو اس سے بھی کم چندہ دو روپیہ سالانہ کردوں۔ اگر فاروق کی خریداری تین ہزار تک پہنچ جائے۔ اگر احباب اپنے اپنے ذمہ ایک فرض عائد کرلیں۔ تو تین ہزار خریدار کا ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ جلسہ سالانہ پر ہی اس قدر خریدار ہوسکتے ہیں بشرطیکہ احباب ہمت کریں۔

احباب کا فرض

(۱) یہ ہے۔ کہ موجودہ خریداران اپنی خریداری بحال رکھتے ہوئے جلسہ سالانہ پر کم ازکم ایک ایک نیا خریدار فاروق کو عطا کریں۔ یہ کوئی مشکل امر یا ناقابل برداشت بوجھ نہیں۔ بعض دوستوں سے تو امید ہے۔ کہ وہ دس دس خریدار بنا سکتے ہیں۔ اگر ذرا سی ہمت اور توجہ کریں۔ ورنہ ایک ایک خریدار دینے سے تو پھر موجودہ خریدار کو خاموش نہیں ہو جانا چاہیئے۔ جو بلند مرتبت دوست دوسرے کو تحریک کرکے خریدار بنانا اپنی شایان شان نہ سمجھیں۔ تو وہ اپنی جیب سے ایک خریدار کا چندہ عطا کردیں اس طرح ایک ہزار مزید خریدار ہوسکتے ہیں۔

(۲) دوسری گذارش احباب سے یہ ہے کہ جن کا چندہ جلسہ سالانہ پر دسمبر ۱۹۳۹ء ہی ختم ہوگیا ہے۔ وہ ازراہ کرم ۱۹۴۰ء کا چندہ ڈھائی روپیہ جلسہ پر ادا کردیں۔ اب فاروق میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ کہ بغیر پیشگی وصولی چندہ جاری رکھا جاسکے۔ اور بعد میں چندہ لیا جائے۔ اخباروں کا چندہ ہمیشہ پیشگی وصول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے اخراجات ہر ہفتہ نقد روپیہ سے پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اور کاغذ اکٹھا خریدا جائیگا ورنہ آگے چل کر خدا جانے کاغذ کی قیمت کس قدر اور بھی زیادہ ہو جائے۔

(۳) تیسری التماس یہ ہے۔ کہ جن دوستوں کے ذمہ فاروق کا کچھ بقایا ہے۔ وہ اپنا بقایا جلسہ سالانہ پر عطا فرما کر ثواب حاصل کریں اور آئندہ سال کا چندہ بھی پیشگی دیدیں۔

(۴) جو بزرگ کسی وجہ سے خدانخواستہ آئندہ فاروق کی خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں وہ براہ کرم دفتر فاروق میں اطلاع دے دیں۔ تاکہ ان کا اسم گرامی رجسٹر خریداران فاروق سے کاٹ دیا جاوے۔

(۵) فاروق کا نیا سال ہمیشہ جنوری سے شروع ہوکر دسمبر میں ختم ہو جاتا ہے۔ بعض احباب خیال کرلیتے ہیں۔ کہ اخبار کا چندہ سال ختم ہونے پر دیا جائے گا۔ یہ خیال ان کا صحیح نہیں ہے۔ اخبار کا چندہ ہمیشہ پیشگی لیا جاتا ہے۔ مابعد کا کوئی طریق نہیں۔ اسلیئے چندہ پیشگی دینا چاہیئے۔ خواہ سالانہ ادا کردیں مگر ششماہی کا چندہ ایک روپیہ آٹھ آنہ سے کسی صورت میں کم نہ ہوگا۔

(۶) جو خریدار باستثنار چند ایسے احباب کے جن سے ہمیشہ وی۔پی کے ذریعہ چندہ وصول کیا جاتا ہے۔ یا وہ خود بذریعہ منی آرڈر بھیج دیتے ہیں۔ چندہ نہ ادا کریں گے تو بصورت عدم ادائے چندہ فاروق ان کے نام سے بند کردیا جائیگا۔

(۷) جو دوست نہ تو جلسہ سالانہ پر چندہ ادا کریں۔ نہ آئندہ خریداری کے متعلق اپنے منشاء سے مطلع کریں گے۔ ان سب کے نام فاروق ۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء کا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال کردیا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی اور قومی فرض ہے۔

(۸) پھر جو دوست بلاوجہ معقول وی۔پی واپس کرکے محصول وی۔پی ۳/ کا نقصان دیں گے۔ ان کے نام سے پرچہ تو بند کردیا جائے گا۔ مگر ان کا اسم گرامی فاروق میں وی۔پی واپس کرنے والوں کی فہرست میں شائع ہو جائے گا۔

(۹) اگر فاروق کی برادری میں سے **دس دوست** یہ خدمت اپنے ذمہ لے لیں۔ کہ وہ جلسہ سالانہ پر ہر ایک جماعت کے کمرے میں جاکر فرداً فرداً فاروق کی خریداری کی تحریک کریں۔ تو امید واثق ہے۔ کہ فاروق کی تعداد خریداری بہت ترقی کرجائیگی۔ ایسے دوستوں کے اسماء گرامی بحضور امیر المؤمنین دعا کے لئے میں پیش کروں گا۔ کیونکہ انہوں نے حضور کے اس ارشاد کو کہ "احباب کوشش کریں۔ کہ فاروق کثرت سے جماعت میں پھیل جائے"۔ پورا کرنے کے لئے عملی کام کر دکھایا۔ اور ایسے احباب کے نام فاروق بھی ایک سال کے لئے مفت جاری رہے گا۔ بشرطیکہ دس خریدار ہر ایک والنٹیر بنا کر چندہ وصول کرادے۔

(۱۰) **فاروق تحریک جدید کا اخبار ہے** اس کا سالانہ چندہ باوجود گرانی کاغذ و دیگر مصارف مطبع کے صرف ڈھائی روپیہ سالانہ ہے۔ اور ہر انگریزی مہینے میں چار بار ۱۲ صفحہ پر شائع ہوتا ہے۔ بنابریں تحریک جدید کے جملہ کارکنان کا ذاتی فرض ہے۔ کہ وہ فاروق کی اشاعت بڑھانے میں سرتوڑ کوشش کریں۔

کیونکہ ان کے متعلق

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا ارشاد ہے

کہ "تحریک جدید کے کارکن تمام جماعتوں میں فاروق کی اشاعت کے لئے کوشش کریں"۔

(چٹھی انچارج تحریک جدید مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء)

پس تحریک جدید کے کارکن حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں اپنا عملی نمونہ پیش کردیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے دلوں میں اس گذارش کی قبولیت کا القاء کرے۔ اور آپ کو اسکی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(خاکسار ایڈیٹر)

سال ششم اور مطالبہ وقفِ رخصت

اب جبکہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے تحریک جدید سال ششم کا افتتاح مالی تحریک سے فرمادیا ہے۔ خاکسار آپ لوگوں کی توجہ مطالبہ وقفِ رخصت کی طرف مبذول کرانی چاہتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سال نظارت دعوۃ وتبلیغ اور تحریک جدید کے مابین یہ تجویز ہوئی تھی۔ کہ اس مطالبہ کے ماتحت جو دوست پندرہ یوم یا اس سے کم دنوں کا عرصہ وقف فرمانا چاہیں۔ وہ اسکی اطلاع جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کو براہ راست دیں۔ اور ان کی ہدایات کے بموجب ہی کام کریں۔ لیکن جو دوست پندرہ یوم سے زیادہ کا عرصہ وقف کریں۔ وہ بقید تاریخ ابتدا دفتر تحریک جدید کو اطلاع بھجوائیں۔ تاکہ ان کو تحریک جدید کے مرکز میں یا ان کے مناسب حال کسی اور جگہ پر کام کرنے کے لئے لگا دیا جائے۔ مکرر تاکید ہے۔ کہ ۱۵ یوم سے زیادہ کا عرصہ وقف کرنیوالے دوست اپنے پتہ جات اور عرصہ وقف کردہ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تربیت اولاد

عرصہ ہؤا۔ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے کسی خطبہ میں فرمایا تھا۔ کہ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو قالی طور پر احمدیت کے جملہ احکام یاد کروا دے۔ یعنی حضور کا یہ مطلب تھا۔ کہ ہر احمدی والد اور والدہ کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت اس طریق پر کرے۔ کہ بچہ بالغ ہونے تک احمدیت کے جملہ مسائل سے زبانی طور پر واقف ہو جائے۔ باقی رہا اسکی عملی حالت کا درست کرنا سو یہ اللہ تعالےٰ کے اور اس کے اپنے اختیار میں ہے۔ جس قدر ہمارا فرض ہے اور ہمارا اختیار ہے۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ ہم اپنے بچے کی جسمانی پرورش کے ساتھ اسکی روحانی پرورش یعنی احمدیت کے جملہ مسائل بھی اسکو یاد کروا دیں۔ تا کہ ہماری زندگی کے بعد وہ احمدیت کی ناواقفیت کی وجہ سے حقیقی اسلام سے محروم نہ ہو جاوے۔

حضور کا یہ ارشاد اتنا ضروری ہے۔ کہ آئندہ احمدی قوم کی ترقی اس سے وابستہ ہے۔ آج کے بچے آئندہ نسل کے باپ ہوں گے۔ اور آئندہ نسل کی ترقی آج کے نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ اگر ان کے اخلاق اعلےٰ ہو گئے۔ اور یہ عملی طور پر احمدیت کو دنیا میں قائم کرنے والے بن جائیں۔ تو آئندہ نسل ان سے بڑھ کر ترقی کر سکتی ہے۔ اگر آج ذرا بھی ان سے لاپرواہی برتی گئی۔ تو اتنا بڑا کام جو ہمارے بعد ان کے کندھوں پر پڑنے والا ہے۔ اس کو یہ کس طرح اٹھا سکیں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے خدام الاحمدیہ کا قیام بھی اسی ضمن میں فرمایا ہے۔ اور اس انجمن کی غرض یہی ہے۔ کہ آئندہ بننے والی قوم میں ایسی روح پیدا ہو جائے۔ جس سے حقیقی احمدیت قائم ہو سکے۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا سیکھ جاویں۔ خلقِ خدا کی خدمت کرنا ان کا شیوہ ہو جائے۔

عبرتناک ذکر

آج میں ایک واقع بیان کرتا ہوں جس کو مطالعہ کرنے کے بعد آپ پر روشن ہو جائے گا۔ کہ صرف ایک احمدی بچی کی صحیح پرورش نہ کرنے کی وجہ سے ہماری قوم کو کتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے اگر اسی طرح لاپرواہی برتی جاوے۔ تو کس قدر نقصان کا اندیشہ ہے۔

ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں ایک شخص مولوی عبدالکریم نامی رہا کرتا تھا۔ آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں احمدیت کو قبول کیا تھا۔ ممکن ہے۔ اس نے حضور ؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ بہرحال اس نے حضور ؑ کا پرنور زمانہ پایا۔ اور اس وقت احمدیت قبول کی۔ جس وقت خال خال احمدی ملا کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو ملنے کے لئے میلوں پیدل جایا کرتے تھے۔ اور پھر نہایت پیارے الفاظ "احمدی بھائی" پکار کر آپس میں معانقہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ان کی بیوی فوت ہو گئی۔ لڑکی اکلوتی ہونے کی وجہ سے باپ کو بہت پیاری تھی۔ لڑکی سنِ بلوغت کو پہنچی۔ تو باپ چل بسا۔ مگر اس نے اپنی زندگی میں احمدیت کی تعلیم لڑکی کو نہ دی اور نہ دلائی۔ اس کے مرنے کے بعد لڑکی غیر احمدی رشتہ داروں کے ہاتھ آ گئی۔ انہوں نے کسی غیر احمدی کے ہاں بیاہ دیا۔ اس واقعہ کے دس سال بعد اتفاقاً مجھے اسی گاؤں میں جہاں لڑکی بیاہی گئی تھی۔ تبلیغی دورہ کرنے کا اتفاق ہؤا۔ مجھے خیال ہؤا۔ کہ اس لڑکی کا پتہ لیں۔ اور معلوم کریں۔ کہ آیا وہ احمدی ہے یا نہیں۔ میں اس کے گھر کی تلاش میں جا رہا تھا۔ کہ راستہ میں ایک بوڑھا (جو اس لڑکی کا خسر تھا) مل گیا۔ اس سے پوچھا۔ تو وہ مجھے ہمراہ لے کر اس لڑکی کے گھر لے گیا۔ میں گھر کے باہر کھڑا تھا۔ اور اس لڑکی کو اپنا نام اور گاؤں بتا رہا تھا۔ تو اس لڑکی نے مجھے پہچان کر اندر آنے کو کہا۔ اندر جانے پر چند منٹ تک تو پرانے وقت کو یاد کر کے وہ رونے لگی۔ مگر پھر سلسلہ کلام یوں شروع ہؤا۔ کہ آپ آج کل کہاں رہتے ہیں۔ میں نے بتایا۔ کہ میں نے اپنا مکان قادیان بنایا ہے۔ بڈھا قادیان کا نام سنکر ہوشیار ہؤا۔ اور مجھ سے پوچھنے لگا۔ آپ کا قادیان سے کیا تعلق ہے۔ میں نے کہا۔ کہ قادیان سے میرے تین تعلق ہیں۔ اول میرے والدین وہاں رہتے ہیں۔ دوم میری شادی بھی وہاں ہی ہوئی۔ تیسرے بلکہ اول نمبر پر میرے پیر و مرشد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں ہی دفن ہوئے ہیں۔ نیز موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس پر بوڑھا بولا۔ اچھا تو ایمان کو بھی ضائع کر بیٹھے ہو۔ اور لاحول اور اعوذ پڑھنے لگا۔ میں خاموش رہا۔ جب وہ پڑھ چکا۔ تو میں نے عرض کیا۔ میں آپ کا مہمان ہوں۔ آپ جس قسم کے اخلاق سے پیش آویں گے۔ میں یہی خیال کرونگا۔ کہ آپ کا مذہب یہی سکھاتا ہوگا۔ اس کے بعد لڑکی کہنے لگی۔ کہ سُنا ہے۔ قادیان بہشتی مقبرہ ہے۔ اور لوگ روپے دیکر بہشت خرید لیتے ہیں۔ اور آپ لوگ مرزا جی کو روپے دیتے ہیں۔ غرضیکہ چند منٹوں میں اس نے وہ تمام اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ جو کہ غیر احمدی ملانوں نے دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے وضع کئے ہوئے ہیں۔ جب میں نے لڑکی کی زبان سے یہ اعتراضات سُنے۔ تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور بے اختیار میرے منہ سے یہ کلمات نکلے۔

"اللہ کی شان ہے۔ جس لڑکی کا باپ اپنا تن۔ من۔ دھن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نثار کرنا اپنے لئے فخر بلکہ نجات کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ آج اسکی اولاد اس کے مرنے کے بعد اس بات کو اپنے لئے ننگ سمجھتی ہے"۔ مگر میرے دل نے کہا۔ کہ اس لڑکی کا کیا قصور ہے۔ یہ اس کے باپ کا قصور ہے۔ کہ اس نے اسکو احمدیت نہ سکھائی۔ اور اسکو نورِ حق یعنی حقیقی اسلام سے بہرہ ور نہ کیا۔ خیر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا نچوڑ اور بہشتی مقبرہ کی حقیقت جنت البقیع (جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبرستان بنوایا تھا) کی مثال دے کر اچھی طرح سمجھا دی۔ اور چندہ وغیرہ کی اصلیت اسکو سمجھائی۔ تو وہی بڈھا جو مجھے شیطان سمجھ کر اعوذ پڑھتا تھا۔ بول اٹھا (ایس منڈے دیاں گلاں تے سچیاں ہیں۔ تے دل وچ کھبدیاں جاندیاں نے۔ پر اے مرزائی ہے) یعنی اس لڑکے کی باتیں تو سچی معلوم ہوتی ہیں۔ اور دل میں کھبی جا رہی ہیں۔ مگر یہ احمدی ہے۔

اس وقت لڑکی کے چار لڑکے ہیں۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کتنے بچے اور ہوں۔

غرض میرا اس واقع کے بیان کرنے سے یہ مطلب ہے۔ کہ احمدی باپ کی ذرا سی کوتاہی سے صرف ایک احمدی بچی ہی ایمان سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھی۔ بلکہ اس کے چار بچے اور پھر اگر ان کی اولاد بھی ہو۔ تو گویا کہ ایک خاندان احمدیت سے محروم ہو گیا ہے۔ اگر فی کس ایک روپیہ چندہ لگا دیں۔ تو سال بھر میں ساٹھ روپے کا مالی نقصان بھی ہو گیا۔

مگر سوال یہ ہے۔ کہ قصور کس کا ہے؟ اس احمدی باپ کا جس نے اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں تعلیم احمدیت نہ سکھلائی۔ لہٰذا احمدی بچوں کی تربیت اسلئے بھی ضروری ہے۔ کہ ہر باپ کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کر کے اپنے بعد ایسی نیک اولاد چھوڑ جاوے۔ جو کہ اس کے لئے دعا کرے۔ نیز اسلئے بھی تربیت ضروری ہے۔ کہ وہ اسلام کی تعلیم سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کا پرچار کرنے میں زبانی اور عملی طور پر ممد و معاون ہو۔ نیز اسلئے بھی ضروری ہے۔ کہ موجودہ امام کا حکم ہے۔ اور امام کا حکم نہ ماننے والے کو گدھا قرار دیا گیا ہے۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور جملہ احمدی والدین کو بھی اپنی اولادوں کی ایسی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ کہ وہ ہمارے بعد ہمارے لئے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے باعث ننگ نہ ہوں۔ بلکہ احمدی وقار کو دنیا میں قائم کرنے والے ہوں۔ آمین۔ (محمد ذکاء اللہ خان)

جنگ کی رفتار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہفتہ زیر تبصرہ میں یورپ میں روس کی بالشویک گورنمنٹ نے ایک اور جنگ کا آغاز کر دیا۔ روس کا ڈکٹیٹر سٹالین جب فن لینڈ کی گورنمنٹ کو باتوں میں نہ ہرا سکا۔ اور اہل فن لینڈ کو اقتصادی اور سیاسی غلامی قبول کرنے پر آمادہ کرنے میں ناکام رہا۔ تو اس نے فن لینڈ پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے بعد فن لینڈ کو دھمکی دی کہ اگر اس کی حکومت مستعفی نہ ہوئی۔ تو فن لینڈ کا دار الحکومت ہلسنکی اور سارا ملک تباہ کر دیا جائے گا۔ ملک کو بچانے کے لئے گورنمنٹ مستعفی ہو گئی۔ نئی وزارت بنی۔ جس میں وزیر خارجہ اشتراکی خیالات کا ہے۔ خیال تھا۔ کہ سٹالین اس سے مطمئن ہو جائے گا۔ اور نئی گورنمنٹ سے گفت و شنید از سرِ نو شروع کرنے کے لئے جنگ روک دے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہؤا۔ لیکن اس کے برعکس سٹالین کے اشارے پر فن لینڈ کے بعض کمیونسٹوں نے ایک اور گورنمنٹ "پیپلز ڈیموکریٹک" کے نام پر قائم کی۔ جسے روس کے سوا یورپ کے اور کسی ملک نے تسلیم نہیں کیا۔ حتیٰ کہ روس کے حلیف جرمنی نے بھی اسے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے اسی نئی گورنمنٹ کو فن لینڈ کی نمائندہ گورنمنٹ مانا ہے۔ جو ہلسنکی میں بنالی گئی ہے۔ فن لینڈ کے خلاف روس کی جنگ جاری ہے۔ فن لینڈ والے زبردست مقابلے کر رہے ہیں۔ جنگ شروع ہوئے پانچ دن ہو گئے ہیں۔ لیکن روسی فوجیں صرف ۲۵ میل آگے بڑھ سکی ہیں۔ روسی ہوائی جہازوں کی بم باری سے ۷۴ آدمی ہلاک اور ۲۴۸ زخمی ہوئے ہیں۔ روسی ہوائی جہاز ان لوگوں پر بم نہیں برساتے۔ جو فوجی ہیں۔ بلکہ انہوں نے پرامن شہریوں پر بم برسائے۔ فن لینڈ والوں نے کئی روسی جو ہوائی جہازوں پر سے پیراشوٹوں کے ذریعہ سے فن لینڈ میں اترے۔ گرفتار کر لئے ہیں۔ روس کو اپنی اس طرح کی ہوائی فوج پر بڑا ناز تھا۔ مگر فن لینڈ کے مقابلہ میں یہ طریق ناکام ثابت ہو رہا ہے۔

روسیوں کے کئی ٹینک ان گڑھوں میں گر گئے۔ جو ٹینکوں کو پکڑنے کے لئے فن لینڈ والوں کے لئے بڑے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ کیونکہ ایسے موسم میں روس کے بم بار طیارے ہوائی حملہ نہیں کر سکتے۔

امریکہ

شروع شروع میں خبریں آئی تھیں۔ کہ امریکہ روس سے اپنے سفارتی تعلقات توڑ دیگا۔ کیونکہ امریکہ کو فن لینڈ سے پوری ہمدردی ہے۔ امریکہ کے صدر نے روس کے اس اقدام کی مذمت کی تھی۔ سابق صدر مسٹر ہوور نے کہا تھا۔ کہ سٹالین نے چنگیز خانی قزاقی کی یاد تازہ کر دی ہے۔ لیکن اب معلوم ہؤا ہے۔ کہ امریکہ روس سے اپنا سفیر نہیں بلائے گا۔ بلکہ حالات اور واقعات سے باخبر رہنے کے لئے اپنا سفارت خانہ ماسکو میں کھلا رکھے گا۔

جرمنی سے جنگ

جرمنی سے جنگ کے متعلق اس ہفتہ میں جو خبریں آئی ہیں۔ وہ نہایت حوصلہ افزا ہیں۔ مغربی محاذ پر جرمنی کی فوجوں نے کئی بار حملے کئے۔ لیکن ہر دفعہ نقصان اٹھا کر انہیں پسپا ہونا پڑا۔ ایک دن جرمن فوجوں نے پہلی مرتبہ دھواں پھیلانے والے گولے پھینک کر حملہ کیا۔ تاکہ فرانسیسی چوکی دھوئیں کی آڑ میں باقی فرانسیسی فوج سے اوجھل ہو جائے۔ مگر جرمنوں کا یہ اقدام قدرت نے ناکام بنا دیا۔ ہوا مخالف سمت کی تھی۔ دھواں جرمن فوجوں کی طرف ہی گیا۔ اور انہیں پسپا ہونا پڑا۔

بحری جنگ

بحری جنگ میں برطانیہ کے نقصانات کے متعلق جو اعداد شمار موصول ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرمن نہایت مبالغہ سے کام لیتے رہے ہیں۔ برطانیہ نے اپنے نقصانات کبھی نہیں چھپائے۔ ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگ سے قبل برطانیہ کے سرکاری بحری بیڑے کا مجموعی وزن ۱۵ لاکھ ٹن تھا۔ جس میں سے جنگ شروع ہونے سے اب تک صرف ۵۳ ہزار ٹن جہاز غرق ہوئے ہیں۔ واضح رہے۔ کہ سلطنت برطانیہ کے کل جہازوں کا مجموعی وزن جو دنیا کے مختلف حصوں میں نقل و حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اور جن میں تمام سرکاری اور غیر سرکاری تجارتی مسافروں کے جہاز اور بار برداری کے جہاز شامل ہیں۔ ۲ کروڑ ۱۰ لاکھ ٹن ہے۔

جرمنوں کا نقصان

اس کے برعکس جنگ شروع ہونے سے اب تک جرمنی کے ۴۵ لاکھ ٹن وزنی جہاز برطانوی بیڑے نے یا غرق کر دیئے۔ یا گرفتار کر لئے۔ جرمنی کی ۴۴ آبدوزیں گرفتار کیں۔ اس تعداد میں وہ آبدوزیں شامل نہیں۔ جو غرق کر دی گئیں۔ جو جرمن جہاز گرفتار کئے گئے ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر جہاز ہمبرگ ہے۔ جو ۱۹۳۹ء میں بنایا گیا تھا۔ برطانیہ کے جو جہاز غرق ہوئے۔ ان میں سے بیشتر ایسے تھے۔ جو ۲۵ سال کے بنے ہوئے اور پرانے تھے۔ برطانیہ کو جو بحری نقصان ہؤا ہے۔ اسکو پورا کیا جا رہا ہے۔ اور برطانیہ میں نہایت تیزی سے جہازوں کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔

مقناطیسی سرنگیں بھی بیکار ہو گئیں

جرمنی نے سمندروں میں مقناطیسی سرنگیں کھلی چھوڑنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ وہ بھی جرمن آبدوزوں کی طرح بے کار ہو گیا ہے۔ برطانیہ نے ایک خفیہ طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ جس سے یہ سرنگیں اب جہازوں کے لئے خطرناک نہیں رہیں۔ چنانچہ ۲۶ر نومبر سے ۲ر دسمبر تک ۹۹ فی صدی تجارتی جہاز سرنگوں اور آبدوزوں سے بچ کر برطانیہ پہنچے۔ فرانس کی حکومت نے اپنی بحری سرگرمیوں کے متعلق جو اعلان شائع کیا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جرمنی کی آبدوزیں نصف سے زیادہ غرقاب کر دی گئی ہیں۔

فضائی جنگ

برطانیہ کی فضائی طاقت بھی جرمنوں کے مقابلے میں اعلیٰ اور زبردست ثابت ہو رہی ہے۔ اس ہفتہ میں چند جرمن طیاروں نے انگلستان پر پرواز کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ساحل کی حفاظت کرنے والے برطانوی طیاروں نے انہیں سمندر میں ہی روک لیا۔ ایک جرمن جہاز تیرہ منٹ میں گرا دیا گیا۔ اور اس طرح باقی طیارے مقابلے کی تاب نہ لا کر واپس چلے گئے۔ فرانس کے طیارے بھی جرمن طیاروں پر غالب رہے ہیں۔ فرانس پر جرمن طیاروں نے پرواز کرنے کی کوشش کی۔ لیکن فرانسیسی طیاروں نے انہیں بھگا دیا۔

یاقوت خالص

یہ ایک پنجابی زبان کی دلچسپ اور نصیحت آموز معنی خیز نظم کا رسالہ ہے۔ جو سلسلہ احمدیہ کے مخلص اور مشہور مبلغ محترم حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کے مواعظِ حسنہ کا ذخیرہ ہے۔ حافظ صاحب سلمہ اللہ لمبے عرصہ سے بعارضہ فالج مبتلا ہو کر صاحب فراش ہیں۔ اس پیرانہ سالی اور پلنگ نشینی پر بھی وہ خدمت دین سے فارغ نہیں رہتے۔ اس رسالہ میں صاحب ممدوح نے حقوق والدین و حقوق استاد شاگرد و حقوق زوجین وغیرہ مسائل کو شیریں بیانی سے پنجابی میں نظم کیا ہے۔ ہر احمدی خصوصاً پنجابی زبان جاننے والے اور دیہات کے احباب اس نصیحت آموز رسالہ کو خرید کر خود پڑھیں۔ اپنے اہل و عیال کو پڑھائیں۔ سنائیں۔ اور عمل کرائیں۔ اور حافظ صاحب کی صحت کامل کے لئے دعا کریں۔ اس رسالہ کی قبولیت کا یہ نشان ہے۔ کہ اب ساتویں دفعہ یہ چھپکر شائع ہؤا ہے۔ قیمت فی رسالہ صرف ڈیڑھ آنہ ہے۔ ہر ایک احمدی کتاب فروش دار الامان سے مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو صحت عاجل عطا فرمائے۔ خوب رسالہ لکھا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

ہر احمدی گھر میں ایک مستقل لائبریری کا قیام

خلافت جوبلی کی تقریب سعید کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھنے کے لئے احباب کے سامنے ایک نہایت مبارک اور مفید تجویز پیش کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس موقعہ پر ہر احمدی گھرانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام۔ نیز بزرگان سلسلہ کی کتب کی ایک مستقل لائبریری قائم ہو جائے۔ روحانیت کا یہ خزانہ نسلاً بعد نسلٍ کام آتا رہے گا۔ اور آنے والی نسلوں کے دلوں میں تعلیم احمدیت کو تر و تازہ رکھنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہوگا۔ امید ہے۔ کہ دوست اس تجویز پر عمل کر کے اپنے اور اپنی نسلوں کے لئے روحانیت کا کبھی